# حکم کارِ عمل

کمان افسر اپنا جرنیلی حکم سنا کر رخصت ہو گئے اُن کے بعد فوجیوں میں کچھ مشورہ ہوا اور رات کو دس گیارہ بجے کے قریب فوجیوں نے میگزین کے دروازے زبردستی توڑ کر اپنے تمام سامان و اسلحہ وغیرہ لیکر اپنی بارگوں میں چلے گئے۔

کرنل مچن نے فوجیوں کی اس واردات کو سُن کر گیارہ نمبر رسالہ اور توپ خانہ کو تیار رہنے کو حکم دیا۔ جب گیارہ نمبر رسالہ پریڈ کے قریب پہنچا۔ ۱۹ نمبر رجمنٹ اپنی چھاؤنی مے شور و غل مچاتی ہوئی باہر آئی اور پوری رجمنٹ نے اپنی بندوقیں بھرنی شروع کر دیں۔ جب کرنل مچن اور دیگر افسر ہندوستانی فوجیوں کے پاس پہنچے تو ان کو یہ آواز دی گئی کہ صاحب پیادہ کے قریب نہ آؤ ورنہ گولی مار دی جائے گی۔ کرنل مچن نے سپاہ کی طرف متوجہ ہو کر افسران کو حکم دیا کہ ہر کمپنی کو علیحدہ کر کے سپاہ سے ہتھیار لے لو۔ اس حکم کو سُن کر سپاہ نے پہلے تو کچھ تامل کیا اس کے بعد سب ہتھیار دے کر اپنی چھاؤنی میں چلی گئی۔

فوجیوں کی یہ عظیم جرأت ایک انقلاب کی پیش خیمہ تھی لیکن انگریز افسروں نے ہندوستانی فوجیوں کے یہ تیور دیکھنے کے بعد بھی اس وجہ سے طرح دی کہ اس وقت ان کے پاس وہاں گورہ فوج کی کمی تھی اس لئے توپ خانہ اور رسالہ کو کوئی مزید حکم دینا مصلحت کے خلاف سمجھا۔

بعد ازاں ۱۹ نمبر رجمنٹ کو بارکپور کوچ کرنے کا حکم دیا گیا چنانچہ ۳۱ مارچ کو یہ رجمنٹ بارکپور پہنچ گئی اگرچہ گورنر کی جانب سے ۲۷ فروری ہی کو اس رجمنٹ کی برخاستگی کا حکم ہو چکا تھا لیکن جب یہ رجمنٹ بارکپور پہونچی تو وہاں بیشمار فوجوں اور توپوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنرل ہیرسی نے اس رجمنٹ کی برطرفی کا حکم سُنایا اور اس سے سرکاری سامان لے کر اور دو گھنٹہ کے اندر تنخواہ وغیرہ دے کر گورنری رسالہ کی حراست میں اس کو بارکپور سے پلٹا گھاٹ کی طرف روانہ کرنے کا حکم دیا۔

# منگل پانڈے کا پُر جوش نعرہ

برطرفی اور ردانگی کے اس حکم سُننے کے بعد ۱۹ نمبر رجمنٹ میں سے ایک سپاہی منگل پانڈے جو قوم کا برہمن تھا اس نے فوراً اپنی بندوق بھری اور ایک ہاتھ میں تلوار لے کر اپنی رجمنٹ سے باہر آکر ایک پُرجوش نعرہ بلند کیا کہ گوروں کے قتل کرنے کا وقت آگیا ہے۔ اور یہ کہہ کر وہ ۳۴ نمبر رجمنٹ کی طرف سے آگے بڑھا اور ایڈجوٹنٹ میجر کو اپنی گولی کا نشانہ بنا دیا۔ اور لفٹیننٹ جٹین نے اپنا پستول اس پر سر کیا تو وہ بچ گیا اور اس نے اجٹین پر گولی چلائی جو ان کے گھوڑے کے لگی پھر تلوار سے ان پر حملہ کیا جس سے لفٹینٹ صاحب زخمی ہو گئے۔ بعد ازاں منگل پانڈے پریڈ کے بیچ میں آگیا اور اس نے اپنی بندوق بھر لی اور خون آلود تلوار اس کے دوسرے ہاتھ میں تھی اب وہ ایک بپھرے ہوئے شیر کی مانند اس ارادہ سے ادھر اُدھر ٹہلنے لگا کہ جو افسر بھی اس کے پکڑنے کو آگے بڑھے اس کے ہی گولی مار دے اس حال کو دیکھ کر کسی کمپنی یا ۳۴ نمبر رجمنٹ کا کوئی آدمی اس کی طرف نہ بڑھا اور نہ کسی افسر ہی کو اس کی طرف پیش قدمی کرنے کی جراٴت ہوئی کچھ عرصہ تک ہر طرف سکتہ سا چھایا رہا اس کے بعد میجر جنرل ہیرسی ۳۴ و ۷۰ نمبر ہندوستانی رجمنٹوں کے افسران کے ہمراہ آگے بڑھے اور منگل پانڈے کی گرفتاری کا حکم دیا مگر سب خاموش رہے اور کوئی نہ بولا اتنے میں منگل پانڈے سپاہی نے اپنی بندوق سے خودکشی کر لی۔ جب جنرل صاحب نے قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ابھی زندہ ہے اگرچہ خون بہت نکل چکا تھا غرض اس کو دست فوجی ہسپتال بھجوایا اور فوجی پہرہ اس پر مقرر کر دیا۔

بعد ازاں ۸ اپریل ۱۸۵۷ء منگل پانڈے کو پھانسی کی سزا دی گئی اور ۱۰ اپریل کو جمعدار ایشری سنگھ کا مقدمہ کورٹ میں پیش ہوا اس پر جرم یہ تھا کہ اس نے منگل پانڈے کو اپنی حراست میں رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ ۱۲ اپریل کو پھانسی کا حکم ہو کر اسی روز پھانسی

دے دی گئی۔ اِن واقعات سے تقریباً بیشتر ہندوستانی فوجیں متاثر ہو چکی تھیں بارکپور سے خفیہ خطوط بھی دیگر چھاؤنیوں کو بھیجے گئے اور انگریزوں کے خلاف مشورے بھی ہونے لگے۔

چنانچہ بارکپور میں فوجیوں کی ایک پنچایت ہوئی اور اس میں کلکتہ کی بھی ہندوستانی فوجوں کو شامل کرنا طے کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ کسی صورت سے کلکتہ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا جاوے غرض کارتوسوں کے مسئلہ نے عام ہندوستانی فوجوں میں انگریزوں کی طرف سے بغاوت کے جذبات بھر دیئے تھے اور وہ کسی صورت سے تعاون کرنے کو آمادہ نہ تھیں اور یہ مسئلہ ۱۸۵۷ء کے شروع ہی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا لیکن انگریز اپنی حکمت عملی سے کام لیتے رہے اور ہندوستانی سپاہ کو دم دلاسے دیتے رہے اِس دوران میں وفادار سپاہ کو ہر قسم کے اِنعام واکرام سے نوازتے رہے۔

---

# فوجوں کی برطرفی

ہر قسم کے اِنعامات واکرامات اور پند ونصائح کی جب کوئی صورت ممکن نہ رہی اور ہندوستانی فوجوں میں تمام ملک میں انگریزوں سے نفرت کے جذبات بڑھنے لگے اور عدم تعاون کی رُوح دن بدن بڑھنے لگی تب ہندوستانی فوجوں کو برطرف کرنا شروع کر دیا

چنانچہ ۶ اپریل کو نباھیل کھنڈ کی سات کمپنیاں برطرف کی گئیں۔ ۳۴ نمبر رجمنٹ کو میرٹھ میں برطرفی کا حکم دیا گیا۔

۱۸ اپریل کو انبالہ چھاؤنی کی سپاہ کو برطرف کیا گیا۔ ۱۳ و ۴۸ نمبر ہندوستانی پیدل رجمنٹ کو اودھ میں برطرف کیا گیا۔

---

# آگ کا لگنا

ہندوستانی فوجوں نے ہر ہر مقام پر افسران کے مکانوں اور بنگلوں اور سرکاری عمارتوں کو آگ لگانا شروع کر دیا جس سے افسران گھبرا گئے۔ آگ سے سب سے زیادہ نقصان انبالہ میں ہوا جو ۱۶ اپریل کو لگائی گئی۔ فوجی اسپتال، کمسریٹ کا گودام اور بے شمار مکانات جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔ جس سے بہت بڑا نقصان ہوا۔ بارکپور میں بھی سرکاری بنگلوں اور مکانات کو آگ لگائی گئی۔ میرٹھ میں بھی دس مئی سے پہلے روزانہ رات کو دو تین سرکاری مکانات میں آگ لگنے لگی۔ آگ لگانے والوں کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔

میرٹھ میں کالی پلٹن کے مندر کو آگ دی گئی اور اس کے پجاری اور کالی پلٹن کے رسالدار کو وہیں پھانسی لگا دی اس لئے کہ مندر میں مشورہ ہوتے تھے۔

پیر جی الٰہی بخش جو قصبہ شاہجہانپور ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے اور میرٹھ فوج میں ملازم تھے انہوں نے اپنی بندوق کی گولی سے جیل کے پھاٹک کا تالا توڑا تھا۔

شاہجہانپور کے ایک صاحب رحیم خاں دہلی کی فوج میں تھے جو وہیں شہید ہو گئے۔ شاہجہانپور کے بہت سے آدمی دہلی اور میرٹھ کی فوجوں میں تھے ان میں عبداللہ خاں تلنگی اور امیر خاں بھی تھے جو جنگ میں شامل ہوئے۔

تھر کے نواب محبت خاں شکست کھا کر شاہجہانپور میں آ کر روپوش ہو گئے۔ اور تا مرگ یہیں مقیم رہے۔

شولدہ۔ شولدہ ضلع میرٹھ میں کرنل ہڈسن نے ایک گوجر کو پھانسی دی۔

# میرٹھ میں بغاوت کی ابتداء

میرٹھ کے متعلق افسران کا خیال تھا کہ یہاں کسی قسم کا شر و فساد نہ ہوگا۔ کیونکہ فوجی اعتبار سے میرٹھ کی پوزیشن بہت مضبوط تھی۔ یہاں ہندوستان کی بہترین گورہ فوج۔ توپ خانے اور رسالے موجود تھے۔

اب تک کارتوسوں سے پھیلی ہوئی نفرت کو فوجیوں کے دل و دماغ سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ بارکپور کی تاریخ کو میرٹھ نہ صرف دہرانا چاہتا ہے بلکہ اس کو رنگین بنانا چاہتا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی فوجی بغاوت کے شہید اول منگل پانڈے اور جمعدار ایشری سنگھ کی قربانیاں ہندوستانی سپاہ کے دل و دماغ پر اپنا پورا اثر کر چکی ہیں۔

چنانچہ ۲۳ اپریل ۱۸۵۷ء کو کرنل اسمٹ صاحب کی نیز رسالہ نمبر تین نے حکم دیا کہ رجمنٹ کے سوار پریڈ پر حاضر ہو کر نئی بندوقوں کے سر کرنے اور کارتوسوں کے طریقۂ استعمال کو آکر دیکھیں۔

اس حکم کے بعد رات کو ۸ بجے کرنل اسمٹ کو خبر پہنچی کہ ہندوستانی سپاہ کارتوس لینے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ اس خبر بد کے سننے کے بعد کرنل صاحب خاموش ہو گئے اور صبح کا انتظار کرنے لگے۔

جونہی پریڈ پر سپاہ حاضر ہوئی اور اس کے سامنے کارتوس پیش کئے گئے تو ان میں سے نوے فوجیوں نے کارتوس لے لئے اور باقی فوجیوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ فوجیوں کے اس انکار پر میرٹھ کے کمان افسر بہت برہم ہوئے اور ان کو معطل کر کے کورٹ میں مقدمہ چلانے کا حکم دیا۔ ان پر مقدمہ چلا اور ۸۵ سپاہیوں کو دس دس سال اور باقیوں

کو پانچ پانچ سال کی سزا کا حکم دیا گیا۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ دورانِ مقدمہ ۲۳ ر اپریل سے ۹ مئی تک روزانہ رات کو فوجی مکانات اور دفتروں میں آگ کے شعلے بھڑکنے لگے اس کے سوائے دورانِ مقدمہ کسی قسم کا ہنگامہ نہیں ہوا لیکن فوجیوں پر اس مقدمہ کا بیحد اثر تھا فوجی اس نتیجہ سے غافل نہ تھے اور وہ روزانہ آپس میں صلاح و مشورہ کرتے رہے صدر بازار شہر میرٹھ کے عوام سے بھی فوجیوں نے قریبی رابطہ پیدا کیا اور وہ ان کے مشوروں میں برابر شریک رہے۔ بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضرت شاہ پیر صاحب کا مقبرہ بھی باہمی مشوروں کا مرکز قرار دیا گیا تھا ہندو مُسلم دونوں فوجیوں کے ساتھ اپنی پوری ہمدردی اور دلی تعاون رکھتے تھے۔ الغرض اِدھر ۹ مئی کو فوجیوں کو پابزنجیر جیل خانہ روانہ کیا اُدھر باقی فوجیوں کا دامن صبر ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اور وہ اپنے ساتھیوں کو جیل سے چھڑانے کے منصوبے بنانے میں مصروف ہو گئے۔ شہر و صدر کے سیاسی عوام سے سرگوشیاں ہوئیں اور نتائج سے پورے طور پر بے نیاز ہو کر آگ کے طوفان میں کود پڑے۔

# قیدیوں کی رہائی

فوجیوں نے اپنے ساتھیوں کو قید سے رہا کرانے کا پختہ ارادہ کر لیا اس سلسلہ میں دو روائتیں بتائی جاتی ہیں۔ اول یہ کہ ۱۰ ر مئی کو قریب ۶ بجے شام تین نمبر رسالہ کے سوار اپنے گھوڑوں پر زین لگا کر اور مسلح ہو کر جیل کی طرف چل دیئے اور فوجی قیدیوں کو جیل خانہ سے باہر نکال لائے۔ یہ کام انہوں نے بڑی خاموشی سے انجام دیا لیکن جس وقت وہ ان کو جیل سے چھڑا کر اپنی چھاؤنی میں آ گئے تو اب وہ گھوڑوں سے نیچے نہ اُترے اور انہوں نے دوسری رجمنٹوں اور فوجیوں کو جہاد آزادی میں شرکت کی دعوت دی چنانچہ ۱۱ اور ۲۰ نمبر رجمنٹیں ان کے ساتھ مسلح ہو کر آملیں فوجیوں کی اس حرکت کو

دیکھکر تینوں رجمنٹوں کے افسر اور دیگر متعلق افسران پریڈ کے میدان میں آئے اور فوجیوں کو سمجھانے کی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ فوجیوں نے اپنی بندوقیں بھریں اور ان افسران پر سر کر دیں اور اس طرح بہت سے افسر وہیں مارے گئے۔

جیل خانہ سے جو قیدی چھڑائے گئے ان کی تعداد چودہ سو نفر پر مشتمل تھی ان میں سے بہت سے فرار ہو گئے۔ اور کچھ جنگ میں شریک ہو گئے۔

افسران کے علاوہ بعض ان کی میمیں اور بچے بھی قتل کئے گئے۔ چنانچہ میکڈونلڈ صاحب اور جسم صاحب کی میموں اور ان کے بچوں کو قتل کر کے ان کے بنگلوں میں ڈال دیا اور بنگلوں کو آگ لگا دی جو سب خاکستر ہو کر رہ گئے۔ قرب و جوار کی دوسری عمارتیں جو ابو مقبرے کی دوسری طرف چھاؤنی میں تھیں سب جلا دی گئیں۔

**دوسری روایت** یہ بتائی گئی ہے کہ ۱۰ ؍مئی کو شام کے ۶ بجے ۲۰ نمبر رجمنٹ نے جو ہندوستانی پیادوں کی تھی اس نے فساد شروع کیا اور اس نے دوسری پلٹنوں کو بلایا تو ۱۱ نمبر رجمنٹ کرنل فنّس صاحب کے پاس گئی اور ان سے اسلحہ طلب کئے۔ کرنل صاحب نے ان کو اسلحہ نہ دیئے اور پریڈ کے میدان میں بلا کر ان کو فہمائش شروع کی اس وقت ایک سپاہی نے کرنل فنّس پر گولی چلا دی اور ان کا وہیں خاتمہ کر دیا۔ دیگر افسران جو اس وقت پریڈ کے میدان میں آ گئے تھے۔ فوجیوں کے ہاتھ سے کوئی بچ کر نہ جا سکا۔ جب تین نمبر رسالہ نے یہ شور و غل سُنا تو وہ بھی آ کر ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور بازار قتل و غارت گری اور آتش زنی کا گرم ہو گیا۔ کوئی انگریز مرد، عورت یا بچہ جو بھی ان کے سامنے آ گیا بچ کر نہ جا سکا۔

ان میں سے فوجیوں کا ایک گروہ جیل خانہ گیا اور ان قیدیوں کو جو کارتوس نہ لینے کی وجہ سے سزایاب ہوئے تھے۔ جیل خانہ سے نکال لائے اور جیل خانہ کو آگ لگا دی۔ اب ان کے ساتھ شہر و صدر کے عوام بھی ہو گئے۔

ہندوستانی چھاؤنی اور پرانی چھاؤنی کا کوئی بنگلہ اور کوئی مکان ایسا نہ بچا جو جلا کر خاکستر نہ کر دیا ہو اور ۱۱ نمبر رجمنٹ کے افسران کے علاوہ تمام رجمنٹوں کے افسران لقمۂ اجل بنگئے۔

ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ۱۰ ؍مئی شام کو ۵ ½ بجے ۲۰ نمبر رجمنٹ کے افسران کمان افسر کے بنگلہ پر بیٹھے مشورہ کر رہے تھے کہ اتنے میں فوجوں میں گڑبڑ کی خبر پہنچی۔ وہ افسران فوراً ہی چھاؤنی کو روانہ ہو گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے فساد یا گڑبڑ کی کوئی نشانی نہ دیکھی سپاہی سب خاموش تھے۔ اس وقت افسران کے پاس اسلحہ وغیرہ بھی نہ تھے نہ ان کو چلتے وقت اسلحہ لینے کا خیال ہوا۔ جب یہ چھاؤنی آئے بعض سپاہیوں نے ان سے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ گورہ فوج ہم سے ہتھیار لینے آرہی ہے اور ۲۰ رجمنٹ کے میگزین پر قبضہ کرے گی۔ افسران ان کو اطمینان دلاتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ جب تک تمھارا رویہ ٹھیک ہے میگزین تمھارے ہی پاس رہے گا۔

جب وہ افسران آگے بڑھکر میگزین کے قریب پہنچے تو وہاں یہ دیکھا کہ باشندگان شہر اور صدر بہت بڑی تعداد میں وہاں جمع ہیں اور میگزین کے چاروں طرف ہجوم کر رکھا ہے۔ یہ دیکھکر کپتان ٹیلر صاحب نے کمپنی گرانڈیل کو حکم دیا کہ وہ لاٹھیاں لیکر اس گروہ کو منتشر کر دے مگر یہ دیکھکر کپتان بہت متعجب ہوا کہ کمپنی نے اس کے حکم کی تعمیل نہیں کی اور صرف طنبورچی اور باجے والوں نے جو قوم کے عیسائی تھے تعمیل حکم کی۔

افسران ابھی اسی کوشش میں تھے کہ چند منٹ کے بعد انہوں نے یہ دیکھا کہ فوج کے سپاہی اپنی اپنی بندوقیں بھر کر بھاگے جا رہے ہیں افسر بھی ان کے تعاقب میں گئے اور ان کو چھاؤنی میں واپس آنے کی ہدایت کی۔ اسی دوران میں رسالہ نمبر تین کا ایک سوار دوڑتا ہوا چھاؤنی میں گیا اور اس نے زور سے نعرہ بلند کیا کہ دیکھو انگریز لوگ آتے ہیں اگر تم میں سپاہ گری کا کچھ بھی پاس ہے تو آؤ! اور جو کچھ کرنا ہے ایک مرتبہ کر لو۔

اس بہادر سوار کی روح کو گرما دینے والے نعرے کی شہری عوام نے پُر زور تائید کی اب کیا تھا میدان محشر بپا ہو گیا ہر کمپنی کے سپاہی اپنی بارکوں کو چھوڑ کر میدان میں آنے

اور میگزین کھول کر تمام سامان لے لیا اور کرنل فنیس صاحب کو جو میگزین کے قریب ہی تھے گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ ان کے بعد کپتان میکڈانلڈ اور ٹریگر صاحب مہتمم مدارس کو بھی ہلاک کر دیا۔

انگریزوں کے لئے میرٹھ کی یہ تاریخ نہایت ہولناک تھی میمیں رات کی تاریکی میں پناہ کی تلاش میں بھاگ نکلیں جنگلوں و درختوں کے سایوں کے نیچے پناہ لی۔ توپ خانے کی اندر میموں اور بچوں کی حفاظت کا انتظام کیا گیا جہاں گوروں کے سخت پہرے لگا دیئے گئے۔ راتوں کو وہاں بھی شبخوں مارنے کی کوششیں کی گئیں مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ ہر طرف لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ کسی کا کسی پر قابو نہ تھا۔ ایک طرف عوام کا عام جذبہ انگریز کے خلاف تھا۔ لیکن ہمارے اندر ایسی جماعت بھی موجود تھی جس کا مقصد موقع سے فائدہ اٹھا کر محض لوٹ مار کرنے کا تھا جن میں بڑی تعداد گوجروں کی تھی۔ گوجروں نے نہ صرف میرٹھ میں بلکہ باغپت کے علاقہ میں جمنا کے ارد گرد اور دہلی تک اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اور ان کی نظر میں دوست دشمن کی کوئی تمیز باقی نہ تھی۔

میرٹھ کے اس انقلابی معرکہ میں بہت سے انگریز مرد۔ عورت اور بچے مارے گئے۔ عیسائیوں پر بھی بہت بڑی تباہی آئی۔ مرنے والوں میں ٹریگر صاحب مہتمم مدارس کپتان میکڈونلڈ مع میم صاحبہ۔ کپتان ٹیلر صاحب۔ کپتان ٹیل صاحب۔ کرنل ہنڈرسن۔ کرنل فنس صاحب۔ کمانیر صاحب اور چیمبر صاحب کی میم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جو اوّل ہی حملہ میں ختم کئے گئے۔ ان کے علاوہ تین نمبر رسالہ کے فلپ صاحب۔ ڈاکٹر ابسان۔ رسن صاحب مع میم۔ پینب صاحب۔ ڈمل صاحب۔ رائڈنگ ماسٹر کی خوبرو لڑکی وغیرہ سب مارے گئے۔ سارجنٹ لو صاحب جو چھاؤنی سے فاصلہ پر تھے مع اپنے پانچ بچوں کے مارے گئے۔ بعض بڑے افسروں کے جسم کا ریزہ ریزہ کیا گیا۔

پادری الفریڈ نے بھی گورہ پلٹن میں بھاگ کر جان بچائی لیکن ان کا مکان جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔

# ۱۸۵۷ء میں میرٹھ کی عورتوں کی بہادری

۱۸۵۷ء میں جبکہ میرٹھ کی فوجوں میں طبلِ جنگ بجا ہے اس وقت میرٹھ کی عورتوں کی بہادری ان کا جذبۂ حب الوطنی اور انگریزوں سے نفرت تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔

یوں تو ہندوستانی عورتوں کی بہادری قدیم زمانہ سے مشہور ہے مگر ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی قدیم تاریخ کو دہرایا اور ماؤں نے اپنے چہیتے بچوں کو عورتوں نے اپنے شوہروں کو بہنوں نے اپنے بھائیوں کو انگریزی فوجوں سے لڑنے کو آمادہ کیا اور ان کو طرح طرح کی غیرت دلا کر ان کو جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں کود پڑنے کیلئے مجبور کر دیا۔

خاص طور پر صدر بازار کی طوائفوں نے انگریز کے ان وفادار ہندوستانی فوجی سپاہیوں کو جو شام کو ان کے پاس تفریح کے واسطے آتے تھے ان کو انتہائی غیرت دلاتی تھیں اور یہ کہتی تھیں کہ تم نے بڑی بڑی موچھیں لگا رکھی ہیں مگر تم مرد نہیں ہو زنانے ہو۔ ورنہ اگر مرد ہوتے تو انگریزوں سے اپنے بھائیوں کے دوش بدوش کھڑے ہو کر جنگ کرتے اور اس کے وجود سے اپنے ملک کو پاک کرتے۔ مرد وہ ہیں جو انگریزوں کو قتل کر رہے ہیں اور ان کے وجود سے اپنے ملک کو پاک کر رہے ہیں۔ ان طوائفوں کے ان طعنوں سے متاثر ہو کر وہ فوجی بھی انگریز کے خلاف جنگ میں شامل ہو گئے۔

یہ تھا قابلِ قدر جذبہ جو میرٹھ کی عورتوں اور طوائفوں نے اپنے وطن کے لئے ظاہر کیا۔

# فوج کی دہلی کو روانگی

اس ہنگامہ میں فوج تین حصوں میں بٹ گئی تھی۔ رات بھر یہ ہنگامہ جاری رہا۔ لیکن فوج رات ہی کو میرٹھ سے چل کر صبح ۷ بجے دہلی پہنچ گئی۔

دہلی جانے والی فوج میں تین نمبر رسالہ کے ۸۰ آدمیوں کو چھوڑ کر کل رسالہ سواران و رجمنٹ نمبر ۱۲۰ اور رجمنٹ نمبر ۶ پیدل ہندوستانی کی دہلی صبح ۷ بجے پہنچی۔ تین نمبر رسالہ تو پل کے ذریعہ اترا۔ بعد میں محافظوں نے پل بند کر دیا۔ پھر انہوں نے گھوڑے جمنا میں ڈال دیئے اور دہلی دروازہ کی جانب سے دہلی میں داخل ہوئے۔ دہلی کے پل پر محصول وصولی کے صندوق پر قبضہ کیا اور ایک انگریز کو پل پر مار ڈالا۔

۱۰ مئی کو رات بھر ایک ایسا ہنگامہ رہا جس نے رات ہی رات میں میرٹھ کا نقشہ بدل دیا۔ سینکڑوں اور ہزاروں مکانات راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ آبادی ویرانے میں تبدیل ہو گئی۔

قصبہ بنجارپورہ گول بھٹے کے قریب جہاں اب پریڈ کا میدان ہے ایک بڑی آبادی تھا۔ ویران ہو گیا۔ عبداللہ پور کے سیدوں کی ملکیت بتایا جاتا ہے۔

گول بھٹے کے قریب سے لے کر اور بھینسالی تک یہ پورا چھاؤنی کا ایریا تھا۔ یہ تقریباً تمام حصہ جلا کر خاک کر دیا گیا۔ جیل خانہ جہاں اب قیصر گنج منڈی ہے یہ بھی جلا کر خاک کر دیا گیا تھا۔

# انگریزوں کو پناہ دی گئی

انگریزوں کے بہت سے ملازمین نے ان کو پناہ دی انہوں نے اپنے گھروں میں جا کر چھپایا۔ تین انگریز افسر کوٹھی جنت نشان کے شمال مشرق کی جانب ایک مقبرہ میں

تین دن تک پوشیدہ رہے جن کو تیسرے دن رجبن کے پل کے پار بند گاڑی میں بھیجا گیا جہاں انگریزی چھاؤنی تھی۔ موضع ممیع پور۔ موضع یادری۔ موضع برسوہہ۔ چندر پور وغیرہ مختلف دیہات میں انگریزوں کو پناہ دی گئی۔ یہ پناہ گزین دہلی سے بھاگ کر واۓ کرنال۔ باغپت میرٹھ آتے ہوۓ اس نواح کے مواضعات میں پناہ لیتے ہوۓ میرٹھ پہنچے۔

## رڑکی سے فوج کی آمد

۱۴ مئی ۱۸۵۷ء کو رڑکی سے سفر مینا کی چھ کمپنیاں میرٹھ آئیں ان کو یہاں آتے ہی جسرنل صاحب نے حکم دیا کہ وہ اپنے سب ہتھیار ہمارے سپرد کر دو۔ اس حکم کی دو کمپنیوں نے تعمیل سے انکار کر دیا اور اپنے کمان افسر کپتان فریزر کو بندوق کی گولی سے ختم کر دیا اور بھاگ کر میدان میں آگئے۔ گھوڑوں کے توپ خانہ نے ان کا تعاقب کیا۔ ان میں سے پچاس بہادر سپاہی شہید کر دیئے گئے۔ اور اکثر گرفتار ہوئے۔ بعد ازاں گرفتار شدگان میں سے بھی ۵۹ بہادر سپاہیوں کو اور شہید کر دیا گیا۔

## انتقام کی آگ بھڑکی

انگریزوں نے توپ خانہ کی بے پناہ گولہ باری اور انگریزی فوجوں کی منظم طاقت کے بل بوتے پر بگڑے ہوۓ حالات پر قابو پالیا۔ توپوں اور بندوقوں کی گولیوں کی مسلسل بارش نے ہندوستانی فوجیوں اور عوام کے حوصلے پست کر دیئے۔ سینکڑوں بہادر ہندوستانی اس ہنگامہ میں مادرِ وطن پر قربان ہو گئے۔ بہت ساروں کے پیر اکھڑ گئے۔ اور انتشاری کیفیت پیدا ہو گئی اس کے بعد انگریزوں نے انتقام لینا شروع کر دیا۔ سینکڑوں بے گناہ انسانوں کو کھڑا کر کے گولیوں سے اڑا دیا۔ ہزاروں کو درختوں میں رسّی کے پھندے ڈال کر شارع عام پر پھانسیاں دی گئیں جس نے بھی کسی کی طرف ادنیٰ سا اشارہ کر دیا اسی کو

دار پر چڑھا دیا گیا۔

خونی پل جو آج تک خونی پل کے نام سے مشہور ہے اور خیبر نگر کے چوراہے پر صلیب نما بہت سی ٹکٹکیاں نصب کی گئیں تھیں جہاں مظلوموں کو چومیخا کر کے مارا جاتا تھا اور وہ کئی کئی روز تک تکلیف اور بھوک و پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر جان دیتے تھے اور انگریز ان کا تماشا دیکھتے تھے ایسی سنگین اور انسانیت سوز سزاؤں سے دیکھنے والے پناہ مانگتے تھے۔

گھنٹہ گھر کے سامنے احمد روڈ پر کھڑے ہوئے درختوں پر بھینسالی کے میدان میں مندر کے قریب درختوں پر منوخاں کے چوک میں۔ درختوں کے پھندے لٹکے ہوئے تھے جہاں بے گناہوں کو رات دن پھانسیاں دی جاتی تھیں اور ان کی نعشیں کئی کئی روز تک درختوں پر ہی لٹکی رہتی تھیں۔ باغپت اور غازی آباد اور دیگر دیہاتی مقامات پر بھی بے گناہوں کے ساتھ یہ ظالمانہ کارروائی جاری رہی۔ دہشت زدگی کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص پناہ مانگنے لگا تھا۔ بہت سی جائیدادیں اور موضع کے موضع بحق سرکار ضبط کر کے برائے نام قیمت پر انگریزوں کے ہاتھ فروخت کر دیئے۔

# جائیدادوں کی ضبطی

انگریزوں نے اپنی آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بہت سے محبِ وطن ہندوستانیوں کی جائیدادیں ضبط کر کے ان کے خاندانوں کو ہمیشہ کے لئے نانِ شبینہ تک کو محتاج کر دیا اور ان کو در بدر کی ٹھوکریں کھانے کو چھوڑ دیا۔

جس شخص کے متعلق بھی ذرا سا شبہ ہو گیا کہ فلاں شخص نے انگریزی حکومت کے خلاف ریشہ دوانی کی ہے۔ اس کو یا دار پر چڑھا دیا یا اس کی جائیداد ضبط کر لی چنانچہ میرٹھ میں اس قسم کے بہت سے واقعات ہوئے جن کو وقت اور اسباب کی کمی کی وجہ سے

پورے طور پر تحقیق نہیں کر سکے ورنہ میرٹھ اور ضلع میرٹھ کی ایک ایک چپہ زمین ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کی مظالم کی زبانِ حال سے آج بھی شکوہ سنج ہے اور میرٹھ کے گرد و نواح میں ان مظلوم خاندانوں کے کچھ نہ کچھ بچے کھچے افراد بھی ماتم کر رہے ہیں۔ غازی آباد کا علاقہ مرزا نیسر وز بخت کا تھا انہوں نے انگریزوں کا مقابلہ کیا اس جرم میں ان سے سارا علاقہ چھین لیا گیا۔

ڈاسنہ۔ بسوری اور ناہل وغیرہ کا علاقہ ایک مسلمان راجپوت کا تھا اس نے انگریزوں سے مورچہ لیا۔ اس جرم میں اس کا سارا علاقہ ضبط کر کے ایک انگریز میم کو دیا گیا۔

موضع لسبی اور ہرچن پور گوجروں سے چھین کر پیش صاحب کو جو ایک انگریز تھا دے دیا گیا۔

شاہ مل جاٹ نے انگریز کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور متعدد انگریزوں کو دہلی سے کرنال اور باغپت ہو کر میرٹھ آتے تھے ان کو اس نے ختم کیا۔ اس کی سرگرمیاں بجرول۔ بڑوت اور باغپت کے علاقہ میں جاری تھیں اور اس نے ایک بڑا لشکر اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اس کو چالاکی سے موجودہ نواب باغپت کے دادا اکرم علی خاں کے ذریعہ مروا دیا۔ اس صلہ میں اکرم علی خاں کو تحصیلداری اور چار موضع انعام میں دیئے گئے۔ ایک گوجر نے شاہ مل سنگھ محب وطن کا کٹا ہوا سر اپنے پاس ایک روز حفاظت سے رکھا اور اس کو میرٹھ انگریزوں کے پاس پہنچایا اس صلہ میں اس کو بھی جاگیر دی گئی۔

شوروز پور کے ایک مسلمان گوجر نے بغاوت کی اس کی جائیداد چھین کر بڑوت کے ایک جاٹ دلیپ سنگھ کو دی گئی۔ میرٹھ میں نہر کے ایک انگریز کو نو گاؤں دیئے گئے۔

انگد پور کے جاٹوں کی زمین چھین کر چودھری کے آغا انعام الحق کے خاندان کو دی گئی۔

باغپت کے جاٹوں کی زمین چھین کر کھیکڑہ والوں کو دی گئی۔ چوراسی کے جاٹ چودھری کی کل زمین چھین لی گئی۔ اس قسم کے جبر و ظلم اور داد و دہش کے واقعات کی میرٹھ میں کمی نہیں ہے۔

واقعات ۱۸۵۷ء لکھنے والے مورخین و مصنفین نے میرٹھ کے جانگدازواقعات پر کبھی توجہ نہیں دی اس لئے میرٹھ کے واقعات پر آج پوری ایک صدی گذرنے پر بھی پردہ پڑا ہوا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ حکومت میرٹھ کے مکمل واقعات کی چھان بین ایک ذمہ دار کمیٹی کے ذریعہ کراکے حالات کو منظرِ عام پر لائے تاکہ وطن پر اب سے ایک صدی پہلے مرنے اور لٹنے والوں سے آج کا ہندوستان واقف ہوسکے۔

ہاپوڑ کی سرزمین بھی جنگ کی آماج گاہ بنی رہی ہے۔ وہاں بھی ہندوستانیوں اور انگریزوں کے خون کی ہولی کھیلی گئی ہے۔ وہاں کئی بار معرکے ہوئے ہیں لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے وہاں کے حالات نہ مل سکے۔

میرٹھ کے نواب محمد اسمٰعیل خاں کے دادا نواب محمد مصطفٰے خاں شیفتہ نے جو نواب واجد علی خاں والئے بالاگڈھ کے رشتہ دار تھے۔ انگریزوں سے متعدد مورچے لئے ہیں۔ اور نہایت خونریز لڑائیاں لڑیں۔ بالآخر انگریزوں سے شکست کھا کر نیپال چلے گئے جو پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئے۔ ان کے لڑکے نواب مصطفٰے خاں پر جاسوسی اور بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلا گیا اور انھیں پھانسی کی سزا دی گئی لیکن بعد کو وہ سزا کم کرکے دس سال کی رکھی گئی۔ بعد ازاں وہ بھی ختم کردی گئی۔ ان کی جائیداد ہوڈل اور پلول بحقِ سرکار ضبط کی گئی۔ نواب مصطفٰے خاں کے والد نواب مرتضٰی خاں افغانستان کے علاقہ سے آئے تھے اور ان کی شادی جنرل مرزا اسمٰعیل بیگ ہمدانی جو مغل سپاہ کے سپہ سالار اعظم تھے کی لڑکی سے ہوئی تھی۔

میرٹھ میں گھاٹ پانچلی کا علاقہ گوجروں کا تھا۔ بغاوت اور لوٹ مار کرنے کے جرم میں یہاں کے ہر بالغ آدمی کو لائن میں کھڑا کرکے گولی سے اڑا دیا گیا۔ اور ان میں سے جو فرار ہوگئے تھے بعد گرفتاری ان کو وکٹوریہ پارک کے درختوں پر رسیاں لٹکا کر پھانسی دی گئی۔ اور وہاں کی مستورات نے اپنے چھوٹے بچوں کو اپنے دامنوں میں چھپا کر بچایا تھا جس کی وجہ سے آج وہ گاؤں اپنی تین ہزار کی آبادی کی شکل میں موجود ہے۔ ان کے

علاقہ کو نیلام کر دیا گیا تھا اس گاؤں کی جائیداد لال کورتی والوں کے قبضہ میں ہے۔
سرسلی اور بجواڑہ کے جاٹوں کو شاہ مل سنگھ کا ساتھ دینے اور انگریزوں
سے جنگ کرنے کے جرم میں ضبط کر کے نیلام کر دیا گیا تھا۔

# دہلی کا خونی ڈرامہ

میرٹھ کی باغی فوجیں ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو صبح ۷ بجے دہلی پہنچیں ان میں سے کچھ نے جمنا کو کشتیوں کے پل کے ذریعہ اور کچھ نے بغیر پل کے جمنا کو پار کیا اور لال قلعہ دہلی کے سامنے جا پہنچیں۔ شہر و قلعہ پر انگریزی فوجوں کا قبضہ تھا۔

کوتوال شہر کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے مسٹر سمن فریزر صاحب کو اطلاع کی وہ فوراً چند سواروں کے ہمراہ صورتِ حال کو دیکھنے آئے اور فوراً سمن برج کے راستہ اندرونِ شہر بھاگ کر قلعہ کا پھاٹک بند کرا دیا جلو بردار کارڈ نے جو پھاٹک پر تھا میرٹھ کی سپاہ کو بلا کسی مزاحمت کے راستہ دے دیا اور انگریز افسران کی ایک ذمہ منی میرٹھ کی فوجیں قلعہ میں داخل ہو گئیں اور وہاں سے انگریز بھاگ کھڑے ہوئے سمن فریزر صاحب اور کپتان ڈگلس قلعہ دار کو اور دو میموں کو وہیں قتل کر دیا۔ یہاں سے انگریز و عیسائی بھاگ بھاگ کر راجہ کشن گڈھ کی کوٹھی میں پناہ گزیں ہوئے میرٹھ کی فوجوں نے قلعہ سے نکل کر دریا گنج کا رخ کیا اور وہاں پہنچے۔ جتنے انگریز میں ان کے بچے اور عیسائی تھے سب کو مار ڈالا اور دریا گنج کے پورے علاقہ کو جلا کر تودہ خاک بنا دیا اس کے بعد یہ فوجیں کوتوالی کی طرف آئیں کوتوال شہر فرار ہو گیا۔ گرجا گھر کے نواح میں سارے مکانات میں آگ لگا دی۔ بینک کی کوٹھی میں بھی آگ لگا دی اور وہاں پانچ انگریزوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد ان میں سے پانچ سوار چھاؤنی کی طرف گئے جب یہ سوار چھاؤنی

کے قریب پہنچے تو چھاؤنی کی سپاہ نے بھی اپنے افسران کو قتل اور ان کے بنگلوں کو نذرِ آتش کرنا شروع کر دیا۔ ان کو جو انگریز جہاں ملتا تھا قتل کر دیا جاتا تھا جب کچھ سوار میگزین کے پاس پہنچے تو میگزین کے پاس کے سپاہی پبلک کے ایک ہزار آدمی میگزین کے ساتھ اڑ گئے۔

پھر یہ گروہ راجہ کشن گڈھ کی کوٹھی پر پہنچا جہاں بتیس ۳۲ انگریز و میمیں پناہ گزیں تھیں سپاہیوں نے کوٹھی کو آگ لگا دی۔ کوٹھی میں ایک دن رات آگ کے شعلے بھڑکتے رہے۔

لیکن کوٹھی کے تہہ خانوں میں چھپ گئے۔ بعد ازاں سپاہ نے توپوں سے گولہ باری کی اس میں سے تیس انگریز باہر نکلے جن کو فوراً ہی قتل کر دیا گیا۔ سکتہ صاحب ان کے بال بچے ایک ہندوستانی ڈاکٹر چمن لال ایک انگریز ڈاکٹر کو بھی قتل کیا گیا۔ ان سب کی لاشیں جمنا کی نذر کیں۔

ہندوستانی سپاہ نے میگزین سے لے کر دو دو توپیں شہر پناہ کے ہر ایک دروازہ پر چڑھا دیں اور ایک ہزار من بارود کا ذخیرہ جمع کر دیا اور شہر میں گولہ بارود کا جتنا ذخیرہ تھا سب پر قبضہ کر لیا۔ گرد و نواح کے دیہاتیوں نے شہر پر چڑھائی کر دی اور لوٹ مار شروع کر دی۔ گوجروں نے اس میں حصہ لیا۔ دہلی سے دو سو سوار گوڑگانواں گئے اور گوڑگانواں میں بھی ہر طرف آگ لگا دی اور سرکاری خزانہ لوٹ کر سات لاکھ چوراسی ہزار روپیہ دہلی لے آئے اور خزانہ دہلی میں لا کر جمع کر دیا اب قلعہ دہلی کے خزانہ میں اکیس لاکھ چوراسی ہزار روپیہ جمع ہو گیا۔ دہلی کی سرزمین انگریزوں کے لئے تنگ ہو کر رہ گئی۔ بے شمار انگریز مرد و زن قتل ہوئے۔ کچھ کرنال اور میرٹھ کو بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور ایک دفعہ کو پوری دہلی پر انقلابی فوجوں کا قبضہ ہو گیا۔

## دہلی کی تصویر کا دوسرا رخ

دہلی کی تصویر کا دوسرا رخ ہنگامہ قیامت سے کم روح فرسا نہیں ہے ایک صدی گذرنے کے بع بھی ان حالات کو سن کر روحِ انسانی کانپ اٹھتی ہے۔ انگریزوں نے انتقامی طور پر جو ظ کی بجلیاں گرائی ہیں اور انسانیت و شرافت کو جس بیدردی کے ساتھ ذبح کیا گیا ہے ا

خونی منظر تاقیامت بھلائے نہیں جاسکتے۔

المختصر یہ کہ دہلی میں چاروں طرف سے نوے ہزار سے زائد لشکر جمع ہوچکا تھا۔ یہ مجاہدین کے لشکر کی اتنی بڑی تعداد پورے ہندوستان سے انگریزوں کے نیست و نابود کرنے کو کافی ہوتی مگر کاتب تقدیر تو کچھ اور ہی مقدر میں لکھ چکا تھا ہندوستان کو غلامی کی آہنی زنجیروں میں جکڑنے کا وقت نہ پہنچا تھا۔ تدبیر و تقدیر کی جنگ

چھڑ چکی تھی اپنے بیگانے ہونے لگے۔ مار آستین رنگ لانے لگے۔ فوجوں میں انتشاری کیفیت پیدا ہوئی۔ گھر کے بھیدی لنکا ڈھانے لگے۔ انگریزی شاطروں کی چالیں کامیاب ہونے لگیں۔ بھاگے ہوئے انگریزوں نے اپنے اُوپر قابو پایا۔ اپنے لشکر کو جمع کیا اور پہاڑی دھیرج پر اپنا توپ خانہ نصب کر کے گولہ باری شروع کر دی انقلابی فوجوں نے ان کا ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ توپوں کی گرج۔ گولیوں کی بوچھار اور آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں نے دہلی میں قیامت برپا کر دی ہر طرف کہرام مچ گیا۔ نفسی نفسی کا شور بلند ہوا۔ دونوں طرف انسانی خون کی ارزانی ہونے لگی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ یہ منظر ایک عرصہ تک جاری رہا دشمن کی پیش قدمی کی ہر ممکن کوشش کو مجاہدین ناکام بنا رہے تھے۔

انقلابی مجاہدین کے لشکر کی کمان یو۔پی کے بیدار مغز۔ مدبّر اور بہادر جرنیل جرنل بخت خاں کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن دہلی کے شاہی خاندان اور ان کے حواریوں نے ناتجربہ کار۔ بزدل اور عیش کوش مرزا مغل ولی عہد کو فوجوں کا کمانیر مقرر کر کے فوجوں میں انتشار پیدا کر دیا۔ دورخی سیاست نے مجاہدین کے حوصلے پست اور دشمن کو قوی بنا دیا۔ مجاہدین کے فوجی رازوں اور ان کے ارادوں اور مشوروں سے حکیم احسان اللہ خاں اور مرزا الٰہی بخش دشمن کو باخبر رکھنے میں مصروف تھے۔ بادشاہ کے دربار میں جو مشورے ہوتے یہ نمک حرام۔ سیاہ رُو دشمن کو ان سے مطلع کر دیتے۔ دشمن ہوشیار ہو جاتا خود بادشاہ کی بیگم زینت محل ان سیاہ کاروں کے ساتھ سازش میں شریک تھی انگریزے

درپردہ سودا بازی ہو چکی تھی انگریز کے دکھائے ہوئے سبز باغوں پر یہ سب ریجھے ہوئے تھے ملک و قوم سے انجام کو سوچے بغیر دل کھول کر غداری کر رہے تھے۔

اب کیا تھا مجاہدین کے لشکر اور جنرل بخت خاں کی دشمن کو زک دینے کی ہر تدبیر کا توڑ دشمن کے پاس پہلے سے موجود تھا۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں جو انجام ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔ غرض دہلی میں ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے جو خونی ڈرامہ کھیلنا شروع کیا گیا تھا۔

۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو اس کا آخری ڈراپ سین ہو گیا اور دہلی پر دوسری بار پھر انگریزی اقتدار کا پرچم لہرانے لگا۔

یہ دن نہ صرف دہلی والوں بلکہ پورے ہندوستان کے لئے قیامت کا دن تھا آج سے ہندوستان کی آزادی غلامی میں تبدیل ہو گئی۔ جہاں دہلی میں گھر گھر کہرام مچا ہوا تھا وہاں آج کی رات میں بہادر شاہ کے لئے ہی قیامت کی ہولناکیاں چھپی ہوئی تھیں مغل شہنشاہیت کی وہ شمع جس کو بابر سے روشن کیا تھا اور جس کی ضو پاشیوں کو اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہاں اور اورنگ زیب جیسے فرماں رواؤں سے فروغ دیا تھا اور جس کی روشنی اور چمک سے سارا ہندوستان جگمگا اٹھا تھا وہ آج کی رات میں بہادر شاہ کے ہاتھوں گُل ہو رہی تھی۔ بہادر شاہ کی آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا تھا اور اس کو مغل شہنشاہیت کے ساتھ اپنا اور پورے مغل خاندان کا مستقبل نہایت تاریک و بھیانک نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے وحشت برس رہی تھی اور اپنی ان آنکھوں سے اپنے شہزادوں کے سر کٹتے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں مغل خاندان کے ناموس کو دربدر کی خاک چھاننے اور کاسۂ گدائی ہاتھ میں لئے پھرتے دیکھ رہی تھیں اس کی آنکھیں ناموس حرم کی عزت و عصمت کو لٹتے و پستے دیکھ رہی تھیں وہ بے چین و بے قرار تھا اس کے جسم میں لرزہ پڑ چکا تھا کہ اتنے میں عین موقع پر جنرل بخت خاں جس کو انقلابی مجاہدین۔ لارڈ گورنر کہتے تھے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور بادشاہ کو دردناک پیرایہ میں اس طرح سمجھایا۔

اگرچہ دشمنوں نے شہر پر قبضہ کر لیا ہے لیکن اس سے ہمارا کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا۔ ہندوستان ہمارے ساتھ ہے ہر شخص آپ کی جانب دیکھ رہا ہے۔ آپ بلا تردد میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔ پہاڑوں کی آڑ سے ایسی جگہ مورچہ بندی کروں گا کہ انگریز کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ دہلی پایۂ تخت کوئی فوجی قلعہ نہیں ہے اور جنگ کیلئے نہایت نامناسب ہے۔ ہم نے چند مہینہ تک شہر کو محفوظ رکھا یہ بھی بڑی بات ثابت ہوئی ہم نشیب میں تھے اور انگریز پہاڑی پر تھے اگر کوئی ناتجربہ کار فوج بھی پہاڑی پر ہوتی تو اس کو دہلی فتح کر لینا کوئی دشوار نہ تھا۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی کہ حضور کے صاحبزادے مرزا مغل بہادر میری مرضی کے خلاف فوج کے کمانڈر انچیف بنا دیئے گئے اور وہ فنونِ حرب سے ناواقف تھے۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ سرکش اور خودسر سپاہیوں کو کس طرح قابو میں رکھا جاتا ہے اور ان کو کیونکر مطیع اور تابعدار بنایا جاتا ہے۔ میری زندگی کا بڑا حصہ فوجی خدمات میں صرف ہوا ہے اگر صاحب زادہ صاحب میرے انتظامات میں رخنے نہ ڈالتے تو میں یقیناً انھیں سپاہیوں سے انگریزوں کے کثیر التعداد لشکر کو پسپا کر دیتا۔ تاہم اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ ہندوستانی ریاستیں ہمارے ساتھ ہیں والیانِ ریاست اگرچہ خاموش نظر آتے ہیں لیکن ان کے قلوب حضور کی مٹھی میں ہیں۔ اگر کسی محفوظ مقام سے انگریزوں کا مقابلہ کیا اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا تو سارا ہندوستان آپ کی پشت پر ہے ؛

بادشاہ جنرل بخت خاں کی اس تقریر سے متاثر ہوا اور فرمایا کہ اچھا ہوا اس وقت ہمایوں کے مقبرہ جاتے ہیں تم کل آ کر ہم سے وہاں ملو۔ اس وقت اس مسئلہ پر غور و فکر کیا جائے گا۔ مگر نمک حرام مرزا الٰہی بخش جو اس ڈیوٹی پر خاص طور پر مقرر تھا کہ بادشاہ کو باغیوں کے ساتھ کسی صورت سے بھی نہ جانے دے جنرل بخت خاں کے جاتے ہی مرزا الٰہی بخش بھی وہاں آ گیا۔ اور اس نے بخت خاں کے جاتے ہی بادشاہ کو الٹا سبق پڑھانا شروع کر دیا اور بادشاہ کو پورا یقین دلایا کہ میں انگریزوں کو

سمجھا کر آپ کی صفائی کرا دوں گا بشرطیکہ آپ باغیوں کے ساتھ نہ جائیں۔

اُمید و خوف کے اس عالم میں بادشاہ کو اپنے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ کرنا آسان نہ تھا۔ آخر کار رات کی تاریکی میں بادشاہ اپنی بیگمات اور بچوں کو لے کر لال قلعہ کو بصد حسرت و یاس آخری سلام کر کے ہمایوں کے مقبرہ کو روانہ ہو گیا۔

**بادشاہ ہمایوں کے مقبرہ میں**

بادشاہ نے بال بچوں کو ہمایوں کے مقبرہ کو روانہ کیا اور خود اول درگاہ نظام الدین رح میں حاضری دینے تشریف لے گئے اس وقت ان کا جو حلیہ تھا اور یاس و غم اور حزن و ملال کی گھٹائیں چھا رہی تھیں ان کا بیان کرنا محال ہے۔ الغرض وہ اپنے ساتھ تبرکات نبوی صلعم کا ایک صندوقچہ اپنے ساتھ لے گئے تھے وہ سجادہ نشین درگاہ کو پیش کیا بادشاہ نے اس وقت سجادہ صاحب سے کچھ کھانے کی خواہش ظاہر کی اس لئے کہ متواتر کئی روز سے خوف و ہراس کی وجہ سے کچھ کھایا پیا نہیں تھا۔ نہ ہی کسی نے کھانا پکایا ہی تھا۔ سجادہ صاحب نے ماحضر پیش کیا اس سے فارغ ہو کر بادشاہ ہمایوں کے مقبرہ میں آ گئے۔

ادھر مرزا الٰہی بخش نے دفتر خبر رسانی کے افسر اعلیٰ میجر ہڈسن کو خفیہ طور پر لکھ دیا تھا کہ میں نے بادشاہ بخت خاں کے ساتھ جانے سے روک دیا ہے کل مقبرہ ہمایوں میں دوبارہ ملاقات کا موقع ہے جس وقت وہ رخصت ہوں آپ تھوڑی سی فوج لے کر آئیں اور بادشاہ کو گرفتار کر لیں۔

جنرل بخت خاں کے مقبرہ پہنچنے کے ساتھ ہی مرزا الٰہی بخش بھی پہنچ گیا آخر کار بادشاہ نے جنرل بخت خاں کو ان کے ساتھ جانے سے منع کر دیا اور کہا کہ اے مرد مجاہد مجھے تیرے خلوص کی قدر اور تیری بات کا یقین ہے لیکن میں اپنا معاملہ اب تقدیر کے حوالے کرتا ہوں تجھے میرے حال زار پر چھوڑ دو اور اپنا فرض انجام دو۔ آخر کار وہ مجاہد جلیل اور بغاوت کا عَلَم دار جنرل بخت خاں عالم مایوسی میں اپنی بقیہ

فوج لے کر مقبرہ کے مشرقی دروازے سے دریا کی جانب رخصت ہو گیا۔

جنرل بخت خاں کے ہمراہ ڈاکٹر وزیر خاں اور مولانا فیض احمد بدایونی وغیرہ بھی دہلی سے نکل کھڑے ہوئے اور یہ پورا قافلہ منزلیں طے کرتا ہوا لکھنؤ پہنچا اور مولوی احمد اللہ شاہ دلاور جنگ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گیا جنرل بخت خاں کے مقبرہ سے رخصت ہونے کے بعد مرزا الٰہی بخش کی اسکیم کے مطابق میجر ہڈسن مقبرہ کے دروازہ پر آیا اور بادشاہ کو باہر طلب کیا اور ایک پالکی میں بٹھا کر فوجی پہرہ میں دہلی روانہ ہو گیا۔

## قہر و غضب کے طوفان

مجاھدین حریت کے دہلی سے رخصت ہونے اور خاندان تیموریہ کے آخری چشم و چراغ بہادر شاہ ظفر کے گرفتار کر لینے کے بعد انگریزی درندوں کی آتش انتقام بھڑک اٹھی۔ دہلی میں ہر طرف قہر و غضب کے طوفان اُمنڈنے لگے۔ تین شہزادوں کے سر قلم کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کئے گئے۔ قتل عام کا بازار ایسا گرم ہوا کہ نادر شاہ کی روح بھی کانپنے لگی۔ دہلی کو ایک ایسا آتش کدہ بنا دیا گیا کہ جس سے آتش کدۂ نمرود بھی شرما گیا۔

چند نمک حرام مخبروں۔ بہی خواہوں اور ہمدردوں کے سوائے انگریز درندوں نے کسی کو نہ بخشا جس پر نظر پڑ گئی قتل کیا گیا۔ جو سامنے آ گیا دار پر چڑھا دیا گیا۔ گھروں اور عالی شان محلوں میں لوٹ مچا دی اور پھر ان کو نیست و نابود کر دیا گیا اکثر مکانات کو قبرستان بنا دیا گیا ایک ایک گھر پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ بے گناہوں کو قتل کیا۔ شارع عام پر پھانسیاں لٹکا کر پانچ پانچ سو اور چھ چھ سو مظلوموں کو روزانہ پھانسیاں دی جاتی تھیں۔ وحشی سپاہی گھروں میں گھس کر عصمت مآب خواتین کی عصمت پر ڈاکے ڈالتے تھے۔

غرض دہلی میں سترہ دن خون کی مسلسل ہولی کھیلی گئی۔ ستائیس ہزار سے زیادہ مسلمان اور کئی ہزار ہندو قتل کیے گئے اور دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور

دہلی شہر خموشاں بنکر رہ گیا۔

شاہی خاندان اور معززین کی بہت سی عورتیں قتل کی گئیں کچھ نے خودکشی کرلی۔ اور کچھ دربدر کی خاک چھانتی پھریں جنہوں نے کبھی زمین پر پاؤں بھی نہ رکھا تھا جنگلوں، بیابانوں۔ بھوکی و پیاسی گرتی پڑتی پھر رہی تھیں ان کے پیروں میں آبلے پڑتے تھے اور پھوٹتے تھے اس پر بھی دشمن کا خوف ہر وقت بے چین رکھتا تھا غرض عجب بیکسی اور بے بسی کا عالم تھا۔

## ہندوستان کے مختلف مقامات پر ہنگامے

میرٹھ و دہلی کے فسادات اور انقلابی فوجوں کی سرگرمیاں ہندوستان بھر میں پہنچ گئیں جس جس مقام پر خبر پہنچی وہاں کی ہندوستانی فوجوں میں انگریز سے بغاوت و سرتابی کے جذبات امنڈ پڑے۔ اس سلسلہ میں چند اہم مقامات کا تذکرہ مختصر طور پر کیا جانا ضروری ہے تاکہ اس وقت کے عام ہندوستانی جذبہ سے موجودہ ہندوستان اس سے واقف ہو سکے۔

اس کے علاوہ بریلی۔ شاہجہانپور۔ مظفر نگر۔ سہارنپور۔ مراد آباد۔ جھانسی۔ بلند شہر وغیرہ مقامات پر ہنگامے اور مندرجہ ذیل مقامات پر بڑی بڑی معرکتہ الآراء جنگیں ہوئیں۔

**کانپور**۔ کانپور میں ۵ر جون کو فوجوں سے بغاوت شروع ہوئی بعدازاں ناناصاحب بٹھور اور ان کے وزیر عظیم اللہ خاں نے انقلابیوں کی رہنمائی کی اور ۵۰۰، انگریزوں میں جن میں مرد، عورتیں اور بچے شامل تھے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ۱۶ر جولائی کو انگریزوں سے شکست کھاکر نیپال چلے گئے۔ گوروں اور سکھ فوجوں نے کانپور میں اس قدر قتل و غارت گری کی کہ جس سے انسانیت کانپ اٹھی۔

**انبالہ**۔ انبالہ میں یکم جون کو ہندوستانی فوجوں میں بغاوت کی آگ بھڑکی لیکن سکھ فوجیں وفادار رہیں یہاں ڈیڑھ سو فوجی قتل کئے گئے۔

**امرت سر**۔ امرتسر میں یکم اگست ۱۸۵۷ء عید کے دن ۲۸۲ مسلمانوں کو کوتوالی کے قریب ایک برج میں قید کر دیا۔ ان میں سے ایک عیسائی افسر نے سکھوں کی مدد سے ۲۳۷ مسلمانوں کو تو باہر نکال کر قتل کر دیا۔ باقی ۴۵ خوف۔ ڈر اور گرمی کی شدت کی وجہ سے دم گھٹ کر مر گئے۔ مسلمان فوجیوں کو وہاں سے پہلے ہی ہٹا دیا تھا۔ یہ بلیک ہول کا ایک دردناک منظر تھا۔

**لاہور**۔ لاہور میں میرٹھ کی بغاوت کا اثر پہنچتے ہی انگریز افسروں نے ۱۳ر مئی کو تین ہزار آٹھ سو ہندوستانی فوجیوں سے اسلحہ لے لئے اور ان پر انگریز و سکھ فوج متعین کر دی۔ اس ذلت کو برداشت نہ کرتے ہوئے ایک ہندوستانی سپاہی پرکاش سنگھ نے ایک انگریز افسر اسپنر کو قتل کر دیا اس کے بعد ۲۶ نمبر ہندوستانی پلٹنیں بھاگ نکلیں۔ اس کے کچھ سپاہی وہیں قتل کر دیئے اور کچھ دریا میں ڈوب مرے جو باقی بچے ان کو بھی قتل کر دیا گیا۔

**لکھنؤ**۔ میں ۳ر مئی ۱۸۵۷ء سے ہندوستانی فوجوں میں بغاوت کے جذبات پھوٹ پڑے تھے اور آگ لگانے کی وارداتیں شروع ہو گئیں تھیں پھر ان کی رفتار سست ہو گئی بعد ازاں واجد علی شاہ معزول بادشاہ اودھ کی بیگم حضرت محل نے لکھنؤ پر قبضہ کر لیا۔ احمد اللہ شاہ مدراسی سالار جنگ نے لکھنؤ اور نواح لکھنؤ میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور انگریزی فوجوں کو ناک چنے چبوا دیئے۔ انگریزوں کی ایک بڑی تعداد بیلی گارد میں ایک عرصہ تک محصور رہی۔ ۲۱ر ستمبر کے بعد کانپور سے ایک عظیم الشان لشکر لکھنؤ آیا اور تیس ہزار گورکھا فوج لکھنؤ بلائی گئی۔ مجاہدین نے ان فوجوں کو قدم قدم پر زک دیں آخر کار ایک بڑی گھمسان کی جنگ کے بعد لکھنؤ پر انگریزی قبضہ ہو گیا۔ بیگم صاحب رات کے وقت مع لڑکے کے قلعہ سے نکل کر شہر کی طرف چلی گئیں۔ پھر وہاں سے

جنگلوں اور پہاڑوں کا راستہ لیا۔ ان کے ساتھ عورتوں۔ بچوں اور مردوں کا بہت بڑا ہجوم تھا۔ انجام کار بیگم صاحب نیپال کی سرحد کی جانب روانہ ہوگئیں۔ مجاہدین کا لشکر شاہجہانپور کی طرف چلا گیا۔ اس معرکہ میں دونوں طرف کے بیشمار آدمی مارے گئے۔ بعد ازاں انگریزوں نے انتقامی کارروائی شروع کر دی۔

**بریلی۔** بریلی میں میرٹھ اور دہلی کی خبریں ۱۵ مئی کو پہنچ گئیں لیکن فوجوں میں کوئی خاص حرکت پیدا نہیں ہوئی۔ ان کے دلوں میں خاموشی سے بخار بڑھتا رہا یہاں تک کہ یکم جون کو دن کے ۱۱ بجے کے قریب فوجوں میں آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ توپوں اور بندوقوں کے اچانک چلنے سے افسران گھبرا اٹھے۔ اور بھاگ دوڑ شروع ہوگئی۔ انقلابیوں نے مل کر خان بہادر خاں کو اپنا بادشاہ بنا لیا اور انہوں نے شاہ روہیل کھنڈ کا لقب اختیار کیا۔ انگریز اپنی جان بچا کر نینی تال بھاگ گئے کچھ مارے گئے۔

**پشاور۔** پشاور میں فساد کا بظاہر کوئی امکان نہ تھا لیکن فوجیوں کی ڈاک نہ میں چٹھیاں پکڑی گئیں جن سے معلوم ہوا کہ سوائے ایک یا دو رجمنٹ کے پوری فوج ۲۲ مئی کو بغاوت کرے گی۔ انگریزوں نے اس کی فوراً پیش بندی کی اور تمام ہندوستانی فوجوں سے پریڈ پر جمع کرکے اسلحہ لے لئے گوروں کے علاوہ ملتانی رسالہ وفاداروں میں رہا سپاہیوں نے چھاؤنی سے بھاگنا شروع کر دیا ایک سو سپاہی بھاگ کر سوات پہنچے ۶۹۰ سپاہیوں کو تہہ تیغ کیا دس دس سپاہیوں کو ایک ایک توپ سے باندھ کر اڑا دیا جاتا تھا ایک عرصہ تک یہ ظالمانہ عمل جاری رہا تیرہ ہندوستانی افسروں کو پریڈ کے میدان میں سب کے سامنے پھانسی دی گئی اور باقی فوجیوں کو دائم الحبس کی سزا دی گئی۔ اس سب کارروائی کے بعد بھی محض اس بنا پر کہ انگریزوں کی اس کارروائی سے بعض وفادار فوجیوں کے دل میں نفرت ہوگئی تھی اور ان میں سے کچھ سپاہیوں نے افسران کو سلام کرنا چھوڑ دیا تھا اس بنا پر ان کے ایک ایک درجن بید لگوائے جاتے تھے اور ان کا مال و اسباب ضبط کر لیا گیا۔

# ۱۸۵۷ء کے بعد فرمان کو لبیک کہنے والے

(۱) راجہ ناہر سنگھ رئیس بلبھ گڑھ۔ (۲) نواب مظفر الدولہ۔
(۳) نواب عبد الرحمٰن خاں والئے جھجر معہ ضبطی جائداد۔
(۴) نواب اکبر خاں ولد فیض اللہ خاں بنگش۔ (۵) نواب میر خاں پنشن دار و جاگیر دار پلول
(۶) مشہور شاعر مولوی امام بخش صہبائی۔ (۷) میر محمد حسین (۸) احمد مرزا۔
(۹) نظام الدین خاں بن حکیم شرف الدین خاں (۱۰) حکیم عبد الحق حکیم بخش۔
(۱۱) خلیفہ اسمٰعیل خلف استاد ذوق۔ (۱۲) قاضی فیض اللہ کشمیر سررشتہ دار صدر الصدور۔
(۱۳) محمد علی خاں خلف نواب شیر جنگ خاں۔ (۱۴) میر پنجہ کش مشہور خوش نویس۔
(۱۵) عبد الصمد بن علی محمد خاں رسالدار شاہی فوج۔
(۱۶) نواب احمد قلی خاں (جیل میں موت واقع ہوئی) (۱۷) دلدار علی خاں کپتان۔
(۱۸) میاں حسن عسکری صوفی۔ (۱۹) نواب محمد حسین خاں۔
(۲۰) غلام محمد خاں چچا نواب احمد علی فرخ نگر۔ (۲۱) مولانا فیض احمد بدایونی۔

---

## جو حضرات کالے پانی بھیجے گئے

(۱) علامہ فضل حق خیر آباد (وہیں موت واقع ہوئی)
(۲) مفتی عنایت احمد کاکوروی صدر امین بریلی و کول
(۳) مفتی مظہر کریم دریابادی۔
(۴) سید اسمٰعیل حسین منیر شکوہ آبادی۔
(۵) یو۔پی و بہار کے متعدد علماء اور پشاور و پنجاب کے فوجی بھی کالے پانی بھیجے گئے۔ جن کے اسماء گرامی معلوم نہ ہو سکے۔

# جلا وطن ہونے والے

(۱) مجاہدِ اعظم جنرل بخت خاں
(۲) مجاہدِ حریت نانا پنت صاحب بٹھور
(۳) مولوی عظیم الدین خاں کانپوری۔
(۴) ڈاکٹر وزیر احمد اکبر آبادی (۴) شہزادہ فیروز شاہ
(۵) بیگم اودھ حضرت محل

یہ حضرات سرحد نیپال کی طرف گئے۔ کچھ کشمیر کو چلے گئے۔ جو پھر نہ لوٹے

(۶) نواب معیت خاں تلہر۔ (۷) میاں غلام نظام الدین۔ (۸) نواب غلام محی الدین خاں پنشنذار۔ (۹) حکیم محمود خاں والد حکیم اجمل خاں مسیح الملک۔
(۱۰) حکیم مرتضیٰ علی خاں (آپ کو راہ گوجروں نے قتل کر دیا۔ (۱۱) مرزا فاضل بیگ)
(۱۲) عبد الحلیم خاں نائب کوتوال مع ضبطی جائیداد) (۱۳) صفدر سلطان بخشی۔
(۱۴) منشی آغا جان مور ایجنٹی۔ (۱۵) نواب سید حامد علی خاں رئیس برست۔
(۱۶) مرزا معین الدین خاں تھانہ دار پہاڑ گنج۔ (۱۷) محمد حسین خاں تھانہ دار بدر پور۔
(۱۸) لالہ رامجی داس گڑ والے۔ (۱۹) ضیاء الدولہ خلف حکیم رکن الدولہ۔
(۲۰) موسیٰ خاں بن حافظ عبد الرحمٰن خاں مختار مرزا نیلی (۲۱) عبد الصمد خاں خسر نواب جھجر۔
(۲۲) حکیم امام الدین خاں بن حکیم غلام رضا خاں (۲۳) نواب حسن علی خاں برادر نواب جھجر۔
(۲۴) سعادت علی خاں خلف حسن علی خاں۔ (۲۵) میر نواب نائب کپتان۔
(۲۶) نواب عبد الرحمٰن خاں۔ (۲۷) نواب محمد خاں چچا والی جھجر۔
(۲۸) راجہ اجیت سنگھ چچا راجہ نریندر سنگھ رئیس پٹیالہ۔ (۲۹) مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی (۳۰) غلام فخر الدین خاں تحصیلدار کوٹ قاسم۔

ان کے علاوہ سینکڑوں ایسے جلا وطن ہیں کہ جن کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ ایک سو سات نوجوان گوالورے گرفتار کر کے دہلی بھیجا گیا۔ آدھے گڑگانواں میں قتل کئے گئے۔ باقی کو دہلی لاکر پھانسی دی گئی۔

# تاریخ کا ایک روشن پہلو

فتح و شکست کا بہت بڑا دارومدار قسمت کے حوالہ کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن ۱۸۵۷ء کی تاریخ کا ایک بہت بڑا روشن باب بھی ہے جس کو کسی صورت سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور وہ یہ کہ اس واقعہ سے ہندو مسلمانوں کے تعلقات اور جذبۂ اخوت و ہمدردی کا پہلو کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

اس وقت ہندوستان کے طول و عرض میں ہندو مسلمانوں کا مشترکہ و متحدہ صرف ایک ہی نعرہ تھا اور وہ یہ کہ دہلی کے سراج الدین مغل خاندان کے آخری تاجدار شہنشاہ ہند بہادر شاہ ظفر کو جن کی حکومت صرف لال قلعہ سے پالم تک رہ گئی تھی اور جو انگریزوں کے صرف وظیفہ خوار بن کر رہ گئے تھے۔ ان کی شوکت رفتہ اور اقتدار کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے ہندوستانی سپاہ اور ہندوستانی عوام بلا تفریق مذہب و ملت متحد ہو کر انگریزی اقتدار کو فنا کرنے کے لئے صف آراء ہو گئے۔

نانا دھونڈا یا نانا پنت۔ رانی جھانسی۔ جنرل بخت خاں۔ ولی داد خاں وغیرہ بہت سے منصب دار و با اقتدار رؤسائے ہند علاوہ ہندو مسلمان سپاہ ہند کے سب ہی نے ملکر مغلیہ خاندان کے مردہ اقتدار کو زندہ کرنے کی سر توڑ کوشش کی اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادر شاہی خاندان کی عزت قائم رہنے کی خاطر قربان کر دیا جس وقت میرٹھ کی ہندو مسلم فوجوں نے دہلی پہنچکر لال قلعہ میں بہادر شاہ ظفر کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا اور اپنی وفاداری اور شاہی اقتدار کی بحالی کا عہد کیا تو بہادر شاہ نے آب دیدہ ہو کر یہ کہا کہ آہ! بھائی تمھاری ہمدردی اور محبت کا بہت بہت شکریہ مگر میرے پاس پیسہ کہاں ہے جو میں آپ لوگوں کو تنخواہیں دے سکوں میں خود مجبور و بیکس ہوں اس وقت سپاہیوں نے پورے جوش کے ساتھ کہا کہ ہمیں پیسوں کی ضرورت نہیں ہے، ہمیں آپ کی سرپرستی کی ضرورت ہے ہم خود انگریز

کے خزانے آپ کے قدموں میں لاکر ڈھیر لگا دیں گے۔

یہ تھا ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد کا پُر خلوص مگر آخری مظاہرہ۔
انگریز کو ہندو مسلم ایکتا اور اتحاد کے اس زبردست مظاہرہ سے سبق حاصل کیا اور اس نے یہ محسوس کیا کہ اگر ہندوستان میں یہ دونوں قومیں اگر اسی طرح باہم دیگر شیر و شکر رہیں اور ایک دوسرے کے لئے ایثار و قربانی کے جذبہ کی اسی طرح کارفرمائی رہی تو ہمارے اس دیش میں پاؤں جمنے مشکل ہیں۔
چنانچہ انگریزوں نے حالات سازگار ہونے کے بعد سب سے پہلے اس طرف توجہ کی اور دونوں قوموں کو لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کو اختیار کیا۔ اس مشن کی کامیابی کے واسطے بہت سے جتن کئے۔ اُردو ہندی کا قضیہ کھڑا کیا۔ ہندو مہا سبھا اور مسلم لیگ کی بنیادیں ڈالیں۔ ایک کو ابھارنا اور دوسرے کو دبانے کی حرکتیں کیں۔ جداگانہ طریقۂ انتخاب کا ڈھونگ رچایا۔ مسلم حکمرانوں کے خلاف غلط اور بے سر و پا تاریخیں لکھکر ہندوستان کے قدیمی اتحاد و یگانگت سے شدید ضربیں لگائیں اور مسلم حکمرانوں کے خلاف ہندو نسلوں میں زہریلے اثرات بھر دیئے اور دلوں میں ایسے زخم ڈال دیئے جن کا صدیوں پُر ہونا مشکل نظر آتا ہے اور ان کے حکمرانی کے کردار کو ایسے گھناؤنے رُوپ میں پیش کیا ہے جس کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔
۱۸۵۷ء کا واقعہ اور مغل خاندان کے آخری تاجدار کے ساتھ بے پناہ عقیدت و محبت انگریزی کے پیش کئے ہوئے سارے کردار کے لئے ایک زبردست چیلنج ہے۔
ورنہ یہ حقیقت ہے کہ اگر مسلم حکمراں ظالم ہوتے یا ان کے طریقہ حکمرانی سے غیر مسلم بھائیوں کو اس درجہ شکایات ہوتیں جیسا کہ انگریزی دور کی تاریخوں میں بتایا گیا ہے تو دنیا کا کوئی سمجھدار انسان ایسی حماقت نہیں کرسکتا تھا کہ مسلم حکمرانوں کے گرتے اور مٹتے ہوئے اقتدار کو اپنی تمام تر قوت سے خود بخود سہارا دیتا یا اس کے دوبارہ قائم کرنے کیلئے

ہندوستان کا غیر مسلم طبقہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کو صف آراء ہو جاتا۔ دنیا کا خاصہ ہے کہ وہ گرتے کو اور ٹھوکر مارا کرتی ہے۔ بلاشبہ انگریز کے چند روزہ دورِ حکومت نے یہ محسوس کیا کہ انگریز راج ہمارے لئے ایک مصیبت ہے۔ اس راج کی موجودگی میں نہ ہمارا دھرم محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ ہماری تہذیب ہی باقی رہ سکتی ہے۔ مسلمانوں کی ساڑھے نوسو سال کی حکومت میں بھی ظلم وجور کے وہ مناظر نہیں دیکھے جو انگریز کی چند روزہ حکمرانی میں ہی آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگے۔ اور انگریزی حکومت کو ایک عذاب عظیم سمجھکر اس کے مٹانے کے لئے خود بخود تیار ہو گئے اور ہندوستان کے آخری مسلم بادشاہ سے جاکر درخواست کی اور ان کو مجبور کیا کہ وہ ہماری سرپرستی کریں اور اس ظالم انگریز کے مٹانے میں ہماری مدد کریں۔ کاش موجودہ ہندوستان ۱۸۵۷ء کے اس عظیم واقعہ سے سبق لے اور انگریز کے زمیں دوز بچھائے ہوئے جالوں سے ہوشیار ہو کر اپنے لئے پھر ایسی راہ متعین کرے جس سے ہندوستان میں ایک بار پھر اب سے ایک صدی پہلے کی ایک دوسرے کے لئے محبت وہمدردی عود کر آئے۔

---

# غدر ۱۸۵۷ء کا پس منظر

یہ حقیقت ہے کہ غدر ۱۸۵۷ء کا نقارۂ جنگ ہندوستانی فوجوں نے بجایا جس کا سہرا سپاہ میرٹھ کے سر باندھا گیا ہے۔ لیکن حالات یہ بتاتے ہیں کہ اس کی آگ بارکپور نواح کلکتہ میں لگائی گئی اور اس کے شعلے میرٹھ میں بھڑکے منگل پانڈے پہلا مرد مجاھد تھا کہ جس کی تلوار خارہ شگاف نے انگریزوں کے خون سے اول غسل کیا۔

فوجوں کی بغاوت کا سبب گائے یا سؤر کی چربی بتایا گیا ہے اور یہ درست بھی ہے کہ ہندوستانی فوجوں میں انگریز سے نفرت و بغاوت پیدا کرنے والے جراثیم کارتوسوں نے پیدا کئے لیکن پس پردہ دوسری طاقتیں تھیں جو اپنی مخصوص اسکیم کے ماتحت بڑی تیزی سے کام کر رہی تھیں اور ان کی اسکیم کو بروئے کار لانے کے لئے کارتوسوں کا مسئلہ ایک غیبی امداد ثابت ہوا۔

مسٹر فتح چند نسیم نے جو دورِ حاضر کے ایک مورّخ ہیں اور جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے بہت سے واقعات سے پردہ اٹھایا ہے وہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ یہ اسکیم نانا پنت اور ان کے قابلِ ترین معتمد عظیم اللہ خاں کی کاوشوں کا نتیجہ تھی اور وہ پس پردہ ان فوجوں کو منظم کر رہے تھے۔ لیکن ہمارے نزدیک مسٹر فتح چند نسیم کی اس تحقیق میں حقیقت کا کوئی شائبہ نظر نہیں آتا اور نہ واقعات سے ایسی شہادتیں ملتی ہیں جن سے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ گرد و نواح کی چند چھاؤنیوں میں کچھ اپنے آدمی بھیج کر فوجوں میں کوئی حرکت پیدا کی ہو۔ مگر یہ یقین کرنا بھی صرف ایک قیاس ہو گا۔

پسِ پردہ سازش تھی اور بہت اہم سازش تھی اور اس کے لئے ایک وقت بھی معین تھا لیکن اس سازش کا مرکز دہلی تھا جہاں سے ہندوستان کی فوجوں

میں اپنے مخصوص نمائندوں اور قاصدوں کے ذریعہ احکام ایسے لوگوں کے پاس بھیجے جاتے تھے جن کا دہلی سے براہِ راست تعلق تھا اور انھیں کے ذریعہ سے ہندوستانی سپاہ اور دہلی کا رابطہ قایم تھا اور فوجیوں کو دہلی کی جانب سے بہت کچھ امیدیں وابستہ تھیں

دہلی میں کچھ ایسی بلند پایہ شخصیتیں موجود تھیں جن کے دل و دماغ کی پوری مشینری انگریز کے خلاف حرکت میں آئی ہوئی تھی۔ وہ شخصیتیں مغلیہ خاندان کے زوال اور انگریزوں کے ہندوستان میں بڑھتے ہوئے اقتدار کو بڑی بے چینی سے دیکھ رہی تھیں اور وہ نہیں چاہتی تھیں کہ انگریزوں کو یہاں پھلنے پھولنے اور قدم جمانے کا موقع دیا جائے۔

ان محترم اور مقتدر ہستیوں میں صدر الصدور مفتی صدر الدین صاحب اور ان کے رفقائے کار علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے رفقائے کار وغیرہ بھی شامل تھے۔ دہلی و لکھنؤ اور دیوبند کی بزرگ اور مقدس ہستیوں اور علمائے اُمّت کا خاص ہاتھ تھا ہندوستان کے دیگر درویش اور جوگیوں کا اس مشن سے خاص لگاؤ تھا۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ پورے روحانی ہندوستان کی ہمدردیاں اور دماغی کاوشیں اس اسکیم میں سرگرم عمل تھیں۔ ان کے ہندوستان کی بعض ریاستیں اور تعلقہ بھی شریک کار تھے۔ خاص طور پر ایسے لوگ جن کو انگریزی اقتدار سے شدید نقصان پہنچا تھا انھیں میں نانا صاحب رانی جھانسی وغیرہ شامل تھے۔

دہلی میں اُن اکابرین نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ دیا جن کا ذکر باغی ہندوستان میں اس طرح موجود ہے۔

"علامہ سے جنرل بخت خاں ملنے پہونچے مشورہ کے بعد علامہ نے آخری تیر ترکش سے نکالا۔ بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں علماء کے سامنے تقریر کی۔ استفتا پیش کیا۔ مفتی صدر الدین خاں آزردہ صدر الصدور دہلی۔ مولوی عبد القادر۔ قاضی فیض اللہ دہلوی۔ مولانا فیض احمد بدایونی۔ ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبرآبادی۔ سید مبارک شاہ رامپوری

نے دستخط کردیئے اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی ملک میں عام شورش بڑھ گئی دہلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہوگئی"۔

علامہ سے مراد مولانا فضل حق خیرآبادی ہیں جن کو کالے پانی کی سزا دی گئی اور وہیں انتقال فرمایا ان کی کل جائیداد ضبط کی گئی۔ ان سب حضرات کا بیک وقت دہلی میں موجود ہونا جو اس وقت ہندوستان کا ہائی کمان کہلاتا تھا اسی مقصد کے لئے تھا اور یہ ہی ہائی کمان دربار میں جاکر بادشاہ سے ملا۔ چنانچہ منشی جیون لال اپنے روزنامہ میں لکھتے ہیں:

۱۶ر اگست ۱۸۵۷ء۔ مولوی فضل حق شریک دربار ہوئے انہوں نے اشرفی نذر میں پیش کی اور صورتِ حالات کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کی۔

۲ر ستمبر ۱۸۵۷ء۔ بادشاہ دربار عام میں تشریف لائے۔ مرزا الٰہی بخش۔ مولوی فضل حق۔ میر سعید علی خاں۔ حکیم عبدالحق آداب بجالائے۔

۶ر ستمبر ۱۸۵۷ء۔ مولوی فضل حق نے اطلاع دی کہ متھرا کی فوج آگرہ چلی گئی ہے اور انگریزوں کو شکست دینے کے بعد شہر پر حملہ کر رہی ہے۔

۷ر ستمبر ۱۸۵۷ء۔ بادشاہ دربار خاص میں رہے۔ حکیم عبدالحق۔ میر سعید علی خاں۔ مولوی فضل حق۔ بدالدین خاں اور دیگر تمام اُمرا اور رُوسا شریک دربار رہے۔

باغی ہند کا مصنف دوسری جگہ لکھتا ہے کہ دربار دہلی سے راجاؤں کے نام خطوط جاری ہوئے۔ علامہ نے راجہ الور سے یہی گفتگو کیں وہ رام نہ ہوا۔ وہاں سے چل کھڑے ہوئے۔ راہ میں زمینداروں کو تلقین کرتے ہوئے چلے آئے۔ اس سے قبل مولوی احمد اللہ شاہ دلاور جنگ سے اسی سے سرگوشیاں ہو چکی تھیں۔ دلاور جنگ فیض آباد چلے گئے اور ہنگامہ ہوتے ہی لکھنؤ آکر قابض ہو گئے۔

اس کے علاوہ تاریخ بغاوت ہند میں مندرجہ ذیل حوالے دیئے گئے ہیں۔

(۱) دہلی سے دو پیغام اور آئے جو ۔۔ نمبر رجمنٹ کے ساتھ سازش کرنے کے متعلق تھے۔

(۲) ایک خط دہلی سے بریلی کو جاتا ہوا ہاپوڑ میں گرفتار ہوا جو از جانب افسرانِ فوج دہلی بنام افسرانِ رجمنٹ بریلی و مرادآباد تھا۔

(۳) ایک مخبر شاہ اودھ کا کلکتہ میں گرفتار ہوا۔

ان تمام شہادتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغاوت کا اصلی مرکز دہلی تھا وہیں سے قاصد خطوط اور پوشیدہ ہدائتیں جاری ہو رہی تھیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندوستان میں انگریز کا سیاسی اقتدار قائم ہونے کے بعد اس کی نظر ہندوستان کو عیسائی بنانے کی تھی۔ جس کو سر سید احمد خاں اسباب سرکشی ہندوستان میں لکھتے ہیں کہ۔

"۱۸۵۵ء میں کلکتہ سے پادری صاحبان ای ریڈ منڈ نے تمام سرکاری ہندوستانی عہدیداروں کے نام گشتی چٹھی بھیجی تھی کہ

برٹش راج میں تمام ہندوستان میں ایک عملداری ہو گئی ہے۔ مذہب بھی ایک چاہیئے۔ اس لئے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب ہو جاؤ۔

یہ بھی انگریزی حکومت کی مذہبی ہندوستان پر کاری ضرب لگانے کی اسکیم جس کو ملک آسانی سے برداشت نہ کر سکا۔ اور وقت آنے پر ملک کے گوشہ گوشہ سے بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ مگر افسوس کہ وقت معینہ سے پہلے ہی بعض نادانوں کی بدولت قبل از وقت یہ شعلہ بھڑک اٹھا اور جس کا کوئی باقاعدہ نظم نہ ہو سکا معاملہ کنٹرول سے باہر ہو گیا۔ جس کی ابتداء منگل پانڈے اور میرٹھ کے سپاہیوں نے کر دی۔ اگر یہ قضیہ مقررہ اسکیم کے ماتحت وقت پر رونما ہو جاتا تو اس سے بیک وقت سارے ہندوستان میں شعلے بھڑکتے اور انگریز ہندوستان سے نیست و نابود ہو جاتا۔ مگر چونکہ ہندوستان کی قسمت میں یہ اتنی طویل غلامی لکھی تھی وہ ہو کر رہی۔

# ۱۸۵۷ء میں ناکامی کے اسباب

ہندوستانی فوجوں میں جو جذبہ اپنے مذہب کی حفاظت کا پیدا ہوا وہ حد درجہ قابلِ فخر ہے اس جذبہ کے پیدا ہوتے ہی ان کے دل میں انگریز کی جانب سے نفرت وحقارت کے طوفان امنڈ پڑے اور سارے ہندوستان میں آزادی کی ایک رُوح پھونک دی ان کے ساتھ ہی سارا وطن دوست عنصر وطن کو آزاد کرانے کیلئے میدان میں آگیا اور اس میدان میں اپنا سب کچھ قربان کردیا۔ ان بیش بہا جذبہ کے ہوتے ہوئے بھی کامیابی نہ ہوئی اور لاکھوں ہندوستانی مادرِ ہند پر قربان ہو گئے۔ اس ناکامی ونامرادی کے چند اسباب تھے۔

۱۔ مقررہ وقت سے پہلے بغاوت بھڑک اٹھی۔ جس کی وجہ سے ہندوستانی فوجوں کی تنظیم نہ ہو سکی اور ان پر کوئی کنٹرول نہ ہو سکا اور وہ کسی ایک مرکز اور ایک حکم کے ماتحت نہ رہ سکے۔

۲۔ ہندوستان کی تقریباً ایک چھاؤنی میں فوجیوں کا راز افشا ہو گیا اور ان کے انگریز افسر ہوشیار ہو گئے جس کی وجہ سے ان کو ہر جگہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

۳۔ بہادر شاہ کے خاص مقرب لوگ حتیٰ کہ ان کی بیگم تک انگریزوں سے ساز کئے ہوئے تھیں۔ جس کی وجہ سے قلعہ کے ہر پوشیدہ مشورے اور مجاہدین کے ایک ایک ارادہ اور پیش قدمی سے انگریزوں کو قبل از وقت آگاہ کر دیا گیا۔

۴۔ جنرل بخت خاں کی بجائے مرزا مغل جیسے ناتجربہ کار اور عیش پسند کے ہاتھ میں فوج کی کمان دیدینا۔
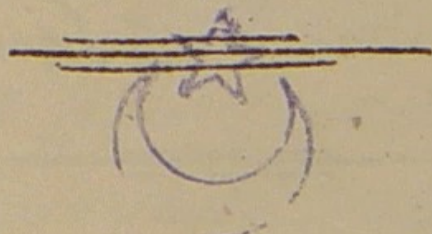
یہ بھینسالی گراؤنڈ ہے یہاں
درختوں پر مظلوموں کو پھانسیاں
دی گئیں
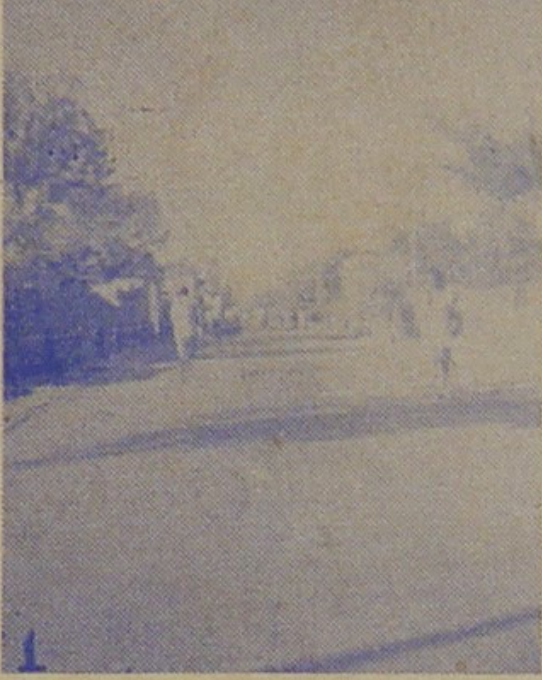
کوٹھی جلت نشان سے دھنندہ نور ج
سڑک جاتی ہے یہاں درختوں پ
پھانسیاں دی گئیں

پرانی جیل کے اندر جہاں انگریز
مع بچوں کے پناہ گزیں ہوئے ان
میں قبریں بنی ہیں

یہ قیصر گنج میرٹھ کی منڈی ہے یہ
پرانا جیل خانہ تھا جس کو فوجیوں
نے توڑ کر قیدیوں کو ازاد کیا

یہ مقبرہ کوٹھی
جلت نشان میں
واقع ہے یہاں میرٹھ
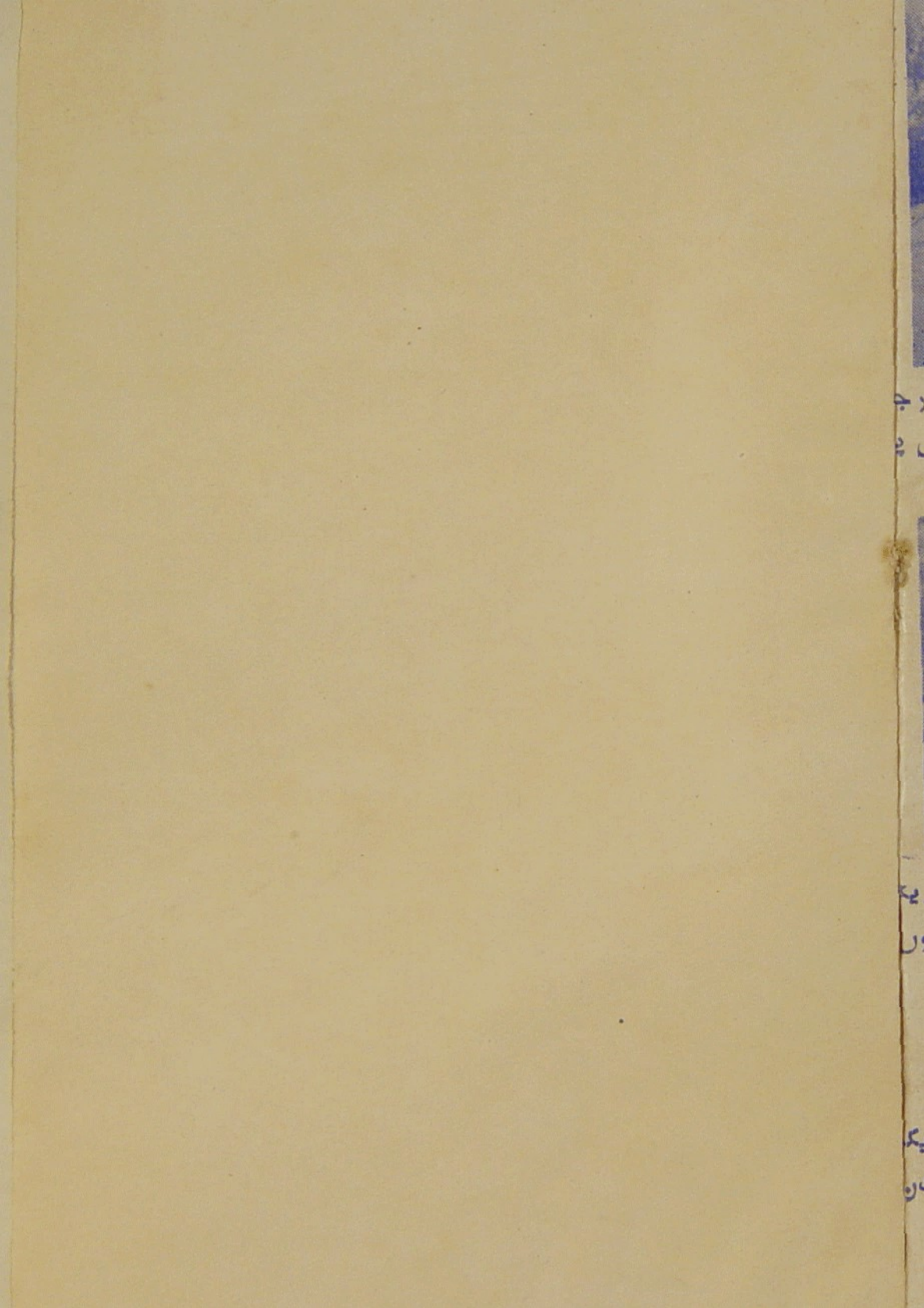
کا کمشنر اور دو دیگ
انگریز تین دن
پناہ گزیں رہے

# اغی میرٹھ

منجانب روحانی اتحاد کمیٹی میرٹھ

# باغی میرٹھ

منجانب

## روحانی اتحاد کمیٹی میرٹھ

قیمت ——— پچاس ۵۰ نئے پیسے

(۸)

بیادگار

# شُہداءِ غدر

۱۸۵۷ء

بار اوّل ——————— ایکہزار
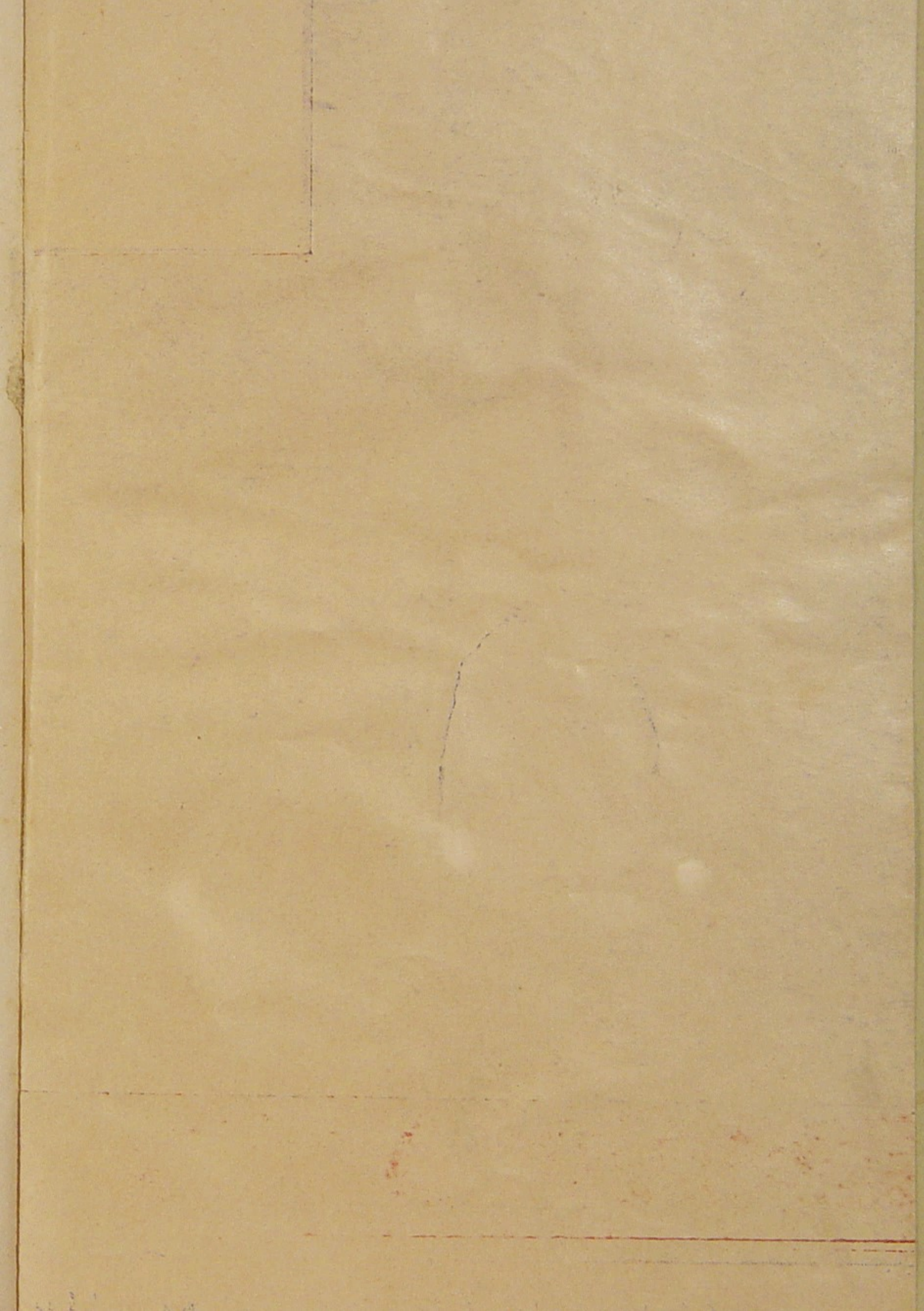
منجانب

## رُوحانی اِتّحاد کمیٹی میرٹھ

مطبُوعہ
آزاد پریس شوراب گیٹ میرٹھ

# ادارہ تحریر

و

## اراکین کتاب کمیٹی

| | |
|---|---|
| بابو ظہور اللہ ہی کام | صدر روحانی اتحاد کمیٹی میرٹھ |
| مولانا محمد اسد اللہ خان بدایونی | مدیر پیغام ویکلی میرٹھ |
| چیلارام شوق سرحدی | نائب صدر روحانی اتحاد کمیٹی میرٹھ |
| ایس۔ آر ٹنڈن | صدر ڈسٹرکٹ پرمشارتھی سبھا میرٹھ |
| موہن لعل مستانہ | جنرل سیکرٹری روحانی اتحاد کمیٹی میرٹھ |
| انجم جمالی | مدیر ایشیا ویکلی میرٹھ |

## رحمت نجمی

کنوینر

کتاب کمیٹی

# فہرست مضامین

شہداءِ وطن کی روحوں کو

# سلام

- سلام۔ شہیدانِ وطن کی اُن پاک روحوں پر جو غدر ۱۸۵۷ء میں میرٹھ میں شہید ہوئے۔
- سلام۔ میرٹھ کے ان بہادر فوجیوں کی روحوں پر جو وطن۔ مذہب اور دھرم کی لاج کی خاطر شہید ہوئے۔
- سلام۔ میرٹھ شہر و صدر کی اُن بیشمار پاک روحوں پر جن کو گھنٹہ گھر کے سامنے اور بھینسالی کے قریب ۱۸۵۷ء میں درختوں پر رسّیاں باندھکر پھانسیاں دی گئیں۔
- سلام۔ میرٹھ کے دیہات و قصبات کے ہزاروں نوجوانوں پر جن کو درختوں پر لٹکا کر پھانسیاں دی گئیں۔
- سلام۔ اُن عورتوں پر جن کے ۱۸۵۷ء میں سُہاگ اُجاڑے گئے۔
- سلام۔ اُن یتیموں کی معصوم روحوں پر جن کے سر سے ۱۸۵۷ء میں ان کے والدین کا سایہ اُٹھا دیا گیا۔
- سلام۔ میرٹھ کے ان شہریوں اور دیہاتیوں پر جن کی جائیدادوں سے ۱۸۵۷ء میں محروم کر دیا گیا اور جو نانِ شبینہ تک کو محتاج ہو گئے۔
- سلام۔ ہند کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کی پاک روح پر جن کو قید کر کے رنگون بھیجا گیا۔
- سلام۔ بہادر شاہ ظفر کے اُن نونہالوں کی معصوم روحوں پر جن کے سر کاٹ کر باپ کے سامنے پیش کئے گئے۔
- سلام۔ رانی جھانسی۔ تانتیا ٹوپیہ اور روہیل کھنڈ۔ کانپور و کلکتہ کے بہادروں پر جو وطن پر قربان ہو گئے۔
- سلام۔ ہندوستان کے اُن علماء و فقراء اور رہنمایانِ وطن پر جن کو پھانسیاں دی گئیں اور جن کو کالے پانی کی بھینٹ چڑھا یا گیا۔

# حرفِ اوّل

۱۰ رمئی سے ہند و پاکستان میں ۱۸۵۷ء کے شہیدانِ وطن کی صد سالہ برسی منائی جارہی ہے۔ وطن کی عزت، شان اور اس کے وقار کی خاطر اپنی بیش قیمت جانیں قربان کرنے والوں کی مقدس روحوں پر اپنی عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کرنا اور ان کیلئے ایصال ثواب پہنچانا آج کے ہندوستان کا اولین فرض ہے انہوں نے ایک صدی قبل اپنے خون اور ہڈیوں سے قصر آزادی کی بنیاد ڈالی انگریز کے بڑھتے ہوئے ظلم و استبداد کو چیلنج کیا اور ان کی توپوں اور بندوقوں کی گولیوں کے سامنے مسکراتے ہوئے اپنے سینہ پیش کئے دار و رسن کو خندہ پیشانی کے ساتھ بڑھکر چوما۔ کالے پانی اور جلا وطنی کی بے پناہ اور دل کو لرزا دینے والی صعوبتیں جھیلیں وطن سے اور عزیزوں و دوستوں سے دور عالم بیکسی میں اپنی جانیں جانِ آفریں کو پیش کر دیں۔ کچھ جنگلوں و بیابانوں میں بے آب و دانہ بھٹکتے ہوئے پھرے آبلہ پائی نے ان کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں خار مغیلاں نے ان کے پیروں کو بڑھ کے چوما۔ وطن کی زمین ان پر ہر طرف تنگ ہوگئی اور وطن غیر میں ان کو پناہ ملی اور اپنی زندگی کی بقیہ قیمتی گھڑیاں کس مپرسی اور گوشہ گمنامی میں وہیں گذار دیں آج ہم ان کے ناموں سے بھی واقف نہیں ہیں۔

آہ وہ کتنے بہادر تھے، کتنے جری تھے، کتنے خود دار تھے اور اپنے وطن عزیز کو غلامی سے آزاد کرانے کیلئے ان کے دلوں میں کس قدر تڑپ تھی اور کتنی آگ ان کے سینوں میں بھری ہوئی تھی ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جب انقلاب کے ان دیوانوں کو دس دس اور بارہ بارہ کی تعداد میں توپ کے منہ سے باندھکر ایک ساتھ اڑایا گیا تھا اور ان کے جسم کا ایک ایک حصہ فضا میں پرواز کرتا نظر آتا تھا تو اس وقت دیکھنے والوں پر کیا عالم ہوگا اور ان کے ننھے ننھے معصوم بچوں سہاگنوں اور ان کے عزیزوں کی اس وقت کیا کیفیت ہوگی کیا ہم ان قربانیوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بلاشبہ ہماری آج کی آزادی انہیں شہیدانِ وطن کی عظیم قربانیوں کا پھل ہے انہوں نے ملک کیلئے قربانیاں پیش کر کے ہم کو سبق دیا اور آئندہ نسلوں کو خاموش وصیت کی کہ دیکھو

ہم اپنی قربانی تو پیش کر چکے اب تمھاری باری ہے آزادی کا جو پودا ہم اپنے خون سے لگائے جاتے ہیں تم اپنی غفلت و بزدلی سے خشک نہ کر دینا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس پودے کو خشک نہ ہونے دیا وہ بڑھا پھلا پھولا اور بار آور ہوا۔ اس طرح جس جنگ آزادی کی ابتدا میرٹھ سے ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء میں کی گئی تھی وہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ختم ہو گئی اور ہمارے ان شہیدوں کی قربانیاں راس آئیں، اسلئے ہمارا اولین فرض ہے کہ ہم آج ان کی پاک روحوں کو فراموش نہ کریں بلاتخصیص مذہب و ملت اپنی پر خلوص محبت کے نذرانے پیش کریں اور حق تعالیٰ سے دعا کریں کہ ان کی پاک روحوں کو دائمی سکون عطا فرمائے۔

ان کی اس بیش قیمت قربانی میں ہمارے لئے ایک اور سبق بھی پوشیدہ ہے اور وہ ہے باہمی اتحاد و یگانگت کا اسلئے کہ وہ توپ اور بندوق کے گولوں اور گولیوں سے ایک ساتھ اڑائے گئے ایک ساتھ کالے پانی بھیجے گئے۔ ایک ساتھ جلاوطن ہوئے ایک ساتھ مصائب کا مقابلہ کیا اور وہ سب مل کر ایک ہی جھنڈے کو سربلند کرنا چاہتے تھے اور وہ تھا مغلیہ خاندان کی حکمرانی کا جھنڈا۔

آؤ ہم سب مل کر ان کی پاک روحوں کو خراج عقیدت پیش کریں اور عہد کریں کہ ہم پورے اتحاد و یگانگت سے مل کر اس آزادی کو جو اتنی قربانیوں اور مصیبتوں کے بعد حاصل ہوئی ہے قائم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں اس کی بقا کی خاطر خواہ ہمیں اپنی عزیز جان ہی قربان کرنی کیوں نہ پڑ جائے۔ یہ حقیقت بھی عیاں ہے کہ ۱۸۵۷ء میں آزادی کا پہلا بگل میرٹھ ہی سے بجا اور اول مرتبہ پرچم آزادی میرٹھ ہی میں لہرایا گیا اسلئے سرزمین میرٹھ کو اولیت کا فخر حاصل ہے لیکن اس کے باوجود میرٹھ میں ہونے والے واقعات پر ہنوز پردہ پڑا ہوا ہے حالانکہ میرٹھ کی ایک ایک چپہ زمین پر انگریز کے ہولناک مظالم کے سیکڑوں نقوش آج بھی پائے جاتے ہیں مگر ان بکھری ہوئی داستانوں اور گذرے ہوئے افسانوں کو جمع کر کے مرتب کرنے کی جانب کسی کو توجہ نہ ہوئی اس موقع پر جبکہ غدر کے شہیدوں کی صد سالہ برسی منائی جا رہی ہے۔ روحانی اتحاد کمیٹی میرٹھ نے یہ مبارک قدم اٹھایا اور طے کیا کہ بے سروسامانی کے باوجود میرٹھ کے

تاریخی واقعات کو ترتیب دیکر عوام کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس خدمت کو ایک مخصوص کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔ کمیٹی نے مختصر سے وقت میں جو کچھ سعی کی وہ آپ کے سامنے ہے کمیٹی کو افسوس ہے کہ باوجود اعلانات کے ایسے حضرات نے دست تعاون بڑھانے کی زحمت گوارہ نہیں فرمائی جن کے پاس ۱۸۵۷ء کی کچھ دستاویزیں یا مصدقہ ثبوت موجود تھے بہرحال تمامتر کوتاہیوں کے باوجود یہ پہلا قدم ہے جو ایک صدی قبل کے واقعات کو روشنی میں لانے کیلئے روحانی اتحاد کمیٹی میرٹھ نے اٹھایا۔ جو قابلِ صد مبارکباد ہے اس سلسلہ میں ہم جناب فسنتح چند نسیم ۔ جناب حکیم ظفر احمد صاحب میرٹھی ۔ جناب نواب محمد اسمٰعیل خاں صاحب بارایٹ لا ۔ جناب بابو مصدی لال صاحب ٹیکس آفیسر، ماسٹر سندر لال صاحب اور مولوی محمد مجتبٰی خاں صاحب شاہجہانپوری کے بہت بہت شکر گزار ہیں کہ ان حضرات نے کچھ واقعات فراہم کر کے کمیٹی کو پہنچائے۔ شری دینا ناتھ سنتوش میرٹھی نے متعلقہ فوٹو کمیٹی کو پیش کئے۔

ترتیب مضامین کے سلسلہ میں ہم ناظرین کرام سے معذرت خواہ ہیں کہ وقت کی تنگی اور مضامین کی بے ترتیب آمد سے ہم کتاب میں ترتیب قائم نہ رکھ سکے کیونکہ کتابت بھی ساتھ ساتھ ہو رہی تھی ۔ امید کہ ہماری ان مجبوریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نظرانداز کیا جائے گا ۔

احقر رحمت بخشی ۔ خیر نگر میرٹھ

۸ر مئی ۱۹۵۷ء

## تصاویر

سرورق ۔ یہ گول بھٹے کی تصویر ہے جس کے قریب سے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء شروع ہوئی تھی یہاں ایک بستی تھی (جہاں اب پریڈ کا میدان ہے) بجاپورہ کے نام سے آباد تھی ۔ اور جس کو انگریز نے توپوں سے اڑا دیا۔ آج ایک چٹیل میدان ہے ۔

سرورق کے آخری صفحہ پر

(۱) کوٹھی جنت نشان سے گھنٹہ گھر جانے والی سڑک (احمد روڈ) یہاں درختوں پر لٹکا کر آزادیٔ وطن کے متوالوں کو پھانسیاں دی گئیں تھیں ۔ (۲) بھینسالی گراؤنڈ ۔ یہاں بھی درختوں پر لٹکا کر بے گناہوں کو پھانسیاں دی گئی تھیں ۔ (۳) پرانی جیل (قیصر گنج کی منڈی) یہاں جیل خانہ تھا۔ فوجیوں نے جس کو توڑ کر قیدیوں کو آزاد کیا تھا ۔ (۴) پرانی جیل کے اندر ۔ یہاں تین انگریز افسر مع بیوی بچوں کے پناہ گزیں ہوئے تھے ان کی قبریں بھی یہیں بنی ہوئی ہیں ۔

(۵) مقبرہ ۔ کوٹھی جنت نشان کے اندر واقع ہے یہاں میرٹھ کے کمشنر اور دو دوسرے انگریز افسران تین یوم تک پناہ گزیں رہے ۔

# غدر

## کے

# اسباب و محرکات

انقلاب ۱۸۵۷ء کے متعلق ہندوستانی و انگریزی مورخین و مصنفین نے بہت کچھ کتابیں لکھی ہیں اور اپنی اپنی معلومات کی بنا پر اس عظیم خونی ڈرامہ کے اسباب و محرکات پر روشنی ڈالی ہے۔ روسی مفکرین و دیگر غیر ملکی صاحب الرائے علماء نے بھی اس سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ ان سب کے بیشتر خیالات ملتے جلتے پائے جاتے ہیں جن کو مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

۱ــــ افغانستان و ایران میں انگریزوں کی جارحانہ پالیسی کا ہندوستانیوں پر اثر۔

۲ــــ ہندوستان میں انگریزی حکومت کی سخت گیرانہ و ظالمانہ پالیسی۔

۳ــــ راجگان ہند کو معزول کرنے اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو ختم کرنے کی پالیسی۔

۴ــــ خاندانِ مغلیہ کے ملتے ہوئے اقتدار کو ہندوستان کیلئے خطرۂ عظیم محسوس کرنا۔

۵ــــ نئے کارتوسوں میں گائے اور سؤر کی چربی کے استعمال کی فوجیوں میں پریشان کن شہرت۔

۶ــــ ہندوستان میں انگریزی اقتدار کے ساتھ ساتھ انگریزی تہذیب و عیسائی مذہب پھیلانے کی عام شہرت۔

۷ــــ افغانستان۔ ایران اور روس کے حملوں کی ہندوستان پر عام شہرت۔

۸ــــ انگریزی اقتدار سے گلو خلاصی کے واسطے خفیہ طریقوں کا بروئے کار لانا۔

# شمالی ہند میں روٹیوں کی تقسیم

ماہ فروری ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کو یہ معلوم ہوا کہ چوکی دارانِ اضلاع شمالی ہند خاص طور پر فرخ آباد۔ گوڑگانواں اور باندہ وغیرہ میں رازدارانہ طور پر گیہوں کی روٹیاں تقسیم میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ روٹیوں کی تقسیم کا طریقہ یہ تھا کہ گاؤں کا چوکی دار ۲ دو روٹیاں لے کر قریب کے گاؤں میں جاتا تھا اور وہ روٹیاں وہاں کے چوکی دار کو دے کر یہ کہتا تھا کہ چھ روٹیاں اور بنا کر چوکی داران دیہات قرب وجوار کو ۲ دو ۲ دو روٹیاں تقسیم کرے اور ہر ایک چوکی دار کو اسی طرح تقسیم کا طریقہ سمجھا دے اور ۲ دو روٹیاں اپنے پاس رکھے جب کوئی شخص طلب کرے تو وہ روٹیاں اس کے سامنے پیش کر دے اور ہر ایک پٹواری کو فوراً تعمیل کرنے کے ہدایت کی جاتی تھی۔ یہ بغاوت کی کوئی خاص اسکیم تھی جس کو کوئی انگریز نہ سمجھ سکا اور نہ بروقت اس کو کوئی اہمیت دی یہ کوئی خاص رمز و کنایہ تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گوڑگانواں اپنی ایک چٹھی میں اس طرح لکھتا ہے کہ۔

## ترجمہ چٹھی بطور رمز و کنایہ

میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ ایک امر درمیان اکثر دیہات اس ضلع کے واقع ہوا ہے جس کی غرض اب تک ظاہر نہ ہو سکی۔ چوکی دارانِ دیہات ضلع ہذا کو جو بضلع متھرا ہیں کچھ روٹیاں گندم کی واسطے تقسیم کرنے تمام ضلع کے ملی ہیں۔

نان مذکور اس طرح پر تقسیم ہوتی ہیں کہ ایک چوکی دار بروقت وصول نان مذکور کے پانچ یا چھ اور ویسی ہی روٹیاں بنا کر تقسیم کرتا ہے اور اسی طرح روٹیاں دیہہ بہ دیہہ پہونچ گئی ہیں۔ اور اس امر کی ایسی جلدی تعمیل ہوئی ہے کہ گاؤں گاؤں یہ روٹیاں تقسیم ہو گئیں۔ آج یہ روٹیاں دیہات ضلع گوڑگانواں میں بھی تقسیم ہو گئیں۔ لوگوں کا یہ

خیال ہے کہ سرکار کے حکم سے یہ روٹیاں تقسیم ہوئی ہیں۔

دستخط ڈبلیو فورڈ مجسٹریٹ

ان روٹیوں کے سلسلہ میں شمال مغربی اضلاع کا ایک اخبار تعجب کے ساتھ لکھتا ہے کہ قریب تین ہفتہ بعد تقسیم ہونے نان مذکور کے ضلع دہلی میں تاریخ پانچ مارچ تک جمیع اضلاع قرب وجوار دہلی و لکھنؤ و دیگر مقامات اودھ میں پھیل کر روہیل کھنڈ بلکہ اضلاع میں جن کو اپرانڈیا کہتے ہیں پہنچ گئی تھیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی امر بہتر اس سے واسطے شامل کرنے تمام مسلمانوں کے ایک خاص امر میں اور حسب دل خواہ عمل میں لانے اس امر کے نہیں معلوم ہوتا۔

(ماخوذ از محاربۂ عظیم ۱۲۷۶ھ مترجمہ پنڈت کنہیالال)

---

# روٹیوں کا عہدنامہ

معلوم ہوتا ہے کہ روٹیوں کی تقسیم کی اس قدر وسیع اور جامع اسکیم خالی از علّت نہ تھی۔ یہ ایک اہم سازش تھی جو اس قدر تیزی کے ساتھ نہایت منظم اور خاموش طریقہ سے چند ہی ہفتوں میں سارے شمالی ہند کے گاؤں گاؤں میں پھیل گئی اور دیہات کے پٹواریوں نے جو اپنے حلقوں میں پورے اثر ورسوخ کے مالک ہوتے ہیں۔ خاص حصّہ لیا اور کمال یہ ہے کہ انگریزی حکومت کے کارندے اس سے قطعی بے خبر ہے۔ ہمارے خیال میں عوام کو انگریز کے خلاف منظم کرنے کا ایک عہد نامہ تھا جو روٹیوں کے ذریعہ لیا گیا۔

ہندوستان میں عوام اور برادریوں سے عہد وحلف لینے کے کچھ طریقے قدیم سے رائج ہیں ایک مشہور طریقہ لوٹا نمک ڈالنے کا ہے۔ جب کوئی قوم یا برادری کوئی

مضبوط اور مستحکم عہد کرتی ہے تو اس وقت لوٹا نمک ڈالا جاتا ہے اس کے بعد پھر وہ بد عہدی نہیں کر سکتے۔

اسی طرح ہندوستان میں قدیم سے رزق یا روٹی ہاتھ میں لے کر عہد کیا جاتا ہے اور اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ رزق ہمارے ہاتھ میں ہے ہم ایسا کریں گے یا ایسا نہیں کرینگے پھر یہ حلف یا عہد اتنا پختہ اور مضبوط سمجھا جاتا ہے کہ اس کے خلاف تصوّر کرنا بھی ناممکن ہے آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی قدیم ہندوستان کے کچھ رسم و رواج کے کچھ نقوش باقی ہیں۔

لھذا روٹیوں کی تقسیم کے ذریعہ عوام کو انگریزی حکومت کے خلاف انڈرگراؤنڈ (under ground) منظّم کرنے کا کام لیا گیا ہوگا۔

## کارتوسوں کا معاملہ

اس کے بعد کارتوسوں کا معاملہ پیش آیا اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ کچھ دور س بندوقیں اوّل کلکتہ میں آئیں ان میں جو کارتوس استعمال ہوتا تھا ان میں چربی کا استعمال ہوتا تھا اور ان کو منہ سے کھولنا پڑتا تھا اور ان کارتوسوں کے بنانے کا کارخانہ ڈمڈم میں کھولا گیا۔ اور وہیں فوجی سپاہیوں کو اس کارتوس کے استعمال کی تربیت دینا طے ہوا۔ فوجی سپاہیوں پر کارخانہ کے ایک کاری گر سے اس کا راز قبل از وقت کھل گیا۔

یہ خبر تمام فوجیوں میں پھیل گئی اور انہوں نے یہ محسوس کیا کہ جو کارتوس ان کو آئندہ ملیں گے ان کے ذریعہ ان کے مذہب کو خراب کر کے ان کو عیسائی بنانے کا ہے۔

# کارتوس لینے سے انکار

چنانچہ اس قسم کے کارتوسوں کی خبر برہام پور کے مقام پر بھی پہنچی اور وہاں پر مقیم انیس[19] نمبر ہندوستانی رجمنٹ نے اوّل مرتبہ کارتوس لینے سے اپنی ناخوشی کا اظہار کیا اور یہ واقعہ ۲۶ فروری ۱۸۵۷ء کو پیش آیا۔

---

# فوجیوں کی درخواست

اس کے بعد فوجیوں نے کلکتہ کمان کے میجر جنرل کے نام اس مضمون کی ایک درخواست روانہ کی کہ دو ماہ سے زیادہ عرصہ ہوا کہ ہم کارتوسوں کی تیاری کے متعلق کلکتہ میں افواہیں سن رہے ہیں اور یہاں یہ مشہور ہے کہ اس میں ایسا کاغذ لگا ہے جو چربی گاؤ خوک سے چکنایا گیا ہے اور ہم نے یہ بھی سُنا ہے کہ سرکار کا یہ ارادہ ہے کہ وہ ان کارتوسوں کو سپاہ سے زبردستی منہ سے کٹواوے گی۔ ایسے خیالات سے ہمیں اپنے مذہب و دھرم کا خوف ہے اس لئے ہم نے کارتوسوں کے لینے سے انکار کیا ہے۔

جب کلکتہ کے کمان افسر کو سپاہ کا یہ عذر معلوم ہوا تو اس نے چھاؤنی میں جاکر تمام ہندوستانی سپاہ کو فہمائش کی اور حکم دیا کہ سپاہ کو اطلاع کردی جائے کہ کل صبح کو ہر ایک کمپنی کا افسر اپنی کمپنی کے سپاہیوں کو کارتوس تقسیم کرے گا اور جو اس وقت عذر یا انکار کرے گا اس کی کورٹ میں تحقیقات ہوگی اور اس کو حسب تجویز سزا دی جائیگی یہ حکم شب کو ۸ بجے چھاؤنی میں دیا گیا۔

---